تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۹ شوال ۱۳۸۷ ھ

مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۶۸ ع

شعبۂ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

قیمت فی پرچہ ۳۰ نئے پیسے
چندہ سالانہ سات روپئے

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

1981 Phone No. 22948

(TA)MEER-E-HAYAT
(FORTNIGHTLY)
(DAR)ULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

تمرین الصرف — تمرین النحو

[illegible]

القراءۃ الراشدۃ (تین حصے)

از مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

مختارات

[illegible]

منثورات

[illegible]

Cover printed at Nadwa Press, Lucknow.

٩ شوال ١٣٨٧ھ
مطابق
١٠ جنوری ١٩٦٨ء

پندرہ روزہ ١٥
تعمیر حیات
لکھنؤ

چندہ
سالانہ .... ۷ روپے
ششماہی .... ۴ روپے
فی کاپی ۳۰ پیسے

جلد نمبر ۵ | شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبلیغی تحریک، اس کا کام اور پیغام

از :- سعید الاعظمی ندوی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کی قائم کردہ تبلیغی جماعت اب تنہا ہندوستان کی تبلیغی جماعت نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس کا کام دنیا کے بہت ملکوں میں متعارف و مقبول ہو چکا ہے، اور یورپ و امریکہ، اور افریقہ جیسے براعظموں میں لوگ اس جماعت سے روشناس ہو چکے ہیں اور اسکے کام و پروگرام کو اپنا رہے ہیں، اور دین سے براہ راست تعلق پیدا کرنے اور صحیح اسلامی زندگی کو عملی طور پر بروئے کار لانے کیلئے اس جماعت کو ایک اہم ضرورت تصور کرتے ہیں، ان ممالک میں بھی جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات مقامی طور پر اس کام کو انجام دے رہے ہیں، اور کثرت سے غیر ملکی جماعتیں نظام الدین دہلی کے مرکز میں آتی رہتی ہیں، اور ایک خالص دینی ماحول میں کچھ وقت گذار کر واپس ہوتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عموماً اس کام سے ان کا شغف و انہماک بڑھتا ہے، جو دوسروں کے لئے ان کی عملی اور دینی زندگی میں مشعل راہ بنتا ہے۔ اور دین سے ان کا قریبی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کا بنیادی پیغام ہے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کامل ایمان، اور عملی زندگی اور معاشرہ میں اس کی تنفیذ و تطبیق، ایک مسلمان جب اس کلمہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بناتا ہے تو اس کی زندگی صحیح اسلامی زندگی کا نمونہ ہوتی ہے اور وہ ایک سچا اور مخلص مسلمان سمجھا جاتا ہے جس نے اللہ اور بندوں کے حقوق کو جاننے اور ان کو ادا کرنے میں کوئی کوتاہی روا نہیں رکھی، اہل تبلیغ کا بنیادی پروگرام اور ان کی عملی جد و جہد کا مرکز کلمہ والی زندگی کو عام کرنا اور ہر مسلمان کو اس زندگی کا پابند بنانا ہے، اس لئے کہ جب یہ زندگی عام ہوگی تو ہر شخص بذات خود ایک سچا مسلمان بننے کی کوشش کرے گا، اور دوسروں کی اصلاح سے بڑھکر اپنی اصلاح کی فکر کرے گا .... ہر ہر قدم پر وہ اس زندگی کے تقاضوں کو پیش نظر رکھے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام جس زندگی اور عمل کی دعوت دیتا ہے وہ اس کے اندر بدرجہ اتم موجود ہوگا۔ اور اس طرح ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے گا۔ جہاں صرف اسلام کے بنیادی اور اولین کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حکمرانی ہوگی، اور ہر چیز اسکی پابند اور تابع ہوگی —— دراصل یہی وہ اصول اور مطالبہ ہے جسکی علمبردار یہ جماعت ہے اور جسکی اثر انگیزی سے نہ صرف ملک بلکہ وہ تمام ممالک جہاں جہاں اس تحریک کی آواز پہونچی متاثر ہیں اور ایک دینی انقلاب کے شاہد ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمومی دینی تحریک کا ایک طریقہ کار، چھ اصول اور ان کے مطابق چند مطالبے رکھے" طریقۂ کار یہ ہیں:

(١) دین سیکھنے کا نبوی اور فطری طریقہ ضروری قرار دیا، یعنی دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت امت کے سارے طبقوں میں دینی دعوت پہونچانے والے اور ان طبقوں کو ان کا حامل و داعی بنانے کی کوشش کرنے والے پیدا کئے۔

(٢) دین کیلئے عملی جد و جہد، نقل و حرکت اور سعی و عمل کو فروغ دیا۔

(٣) دین کی تعلیم و تعلم اور دین کی خدمت و اشاعت کو مسلمانوں کی زندگی کا جزو

قرار دیا۔

(۴) دنیا کے لئے عارضی ترک وطن کو لازمی قرار دیا، یعنی ہر مسلمان دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے اپنے مشاغل اور ماحول کو چند دنوں کے لئے چھوڑ کر دوسری جگہ جائے اور ایک بہتر ماحول میں یکسو ہوکر دین سیکھے۔

اس کے لئے چھ اصول ضروری قرار دئے:

(۱) کلمہ کی تصحیح (۲) نماز کی تصحیح (۳) علم اور ذکر کی تحصیل (۴) اکرام مسلم، (۵) تصحیح نیت (۶) تفریغ وقت یعنی وقت فارغ کرنا۔

حضرت مولانا نے اس طریقۂ کار اور اصولوں کے ساتھ حسب ذیل مطالبے رکھے:

(۱) ہر ہفتہ کچھ وقت کے لئے اپنے ماحول میں ضروریات دین (کلمہ نماز) کی تبلیغ کریں۔ اور باقاعدہ جماعت بناکر ایک امیر اور ایک نظام کی ماتحتی میں اپنی جگہ اور قرب وجوار میں گشت کریں۔

(۲) ہر مہینہ تین دن کے لئے میواتی پانچ کوس کے اندر اندر جو گاؤں ہوں ان میں جائیں، جسکو میواتی "پنچ کوسہ" کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں اور شہری دوسرے شہروں اور قریب کے مقامات میں جاکر تبلیغی کام کریں، اور اس سلسلہ میں گشت واجتماع کریں اور دوسروں کو نکلنے پر آمادہ کریں۔

(۳) کم سے کم چار مہینے تین چلوں کے لئے دین سیکھنے کو اپنے گھر اور وطن سے نکلیں اور ان مرکزوں میں جائیں جہاں دین اور علم زیادہ ہے۔" (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ از مولانا محمد ثانی حسنی ایڈیٹر رضوان لکھنؤ)

اس طریقۂ کار اصولوں، اور مطالبے کو غور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ دین سیکھنے کا یہ ایک جامع عملی نصاب ہے جسکو اپناکر اور جس پر عمل کرکے وہ عالمگیر اصلاح بروئے کار لائی جاسکتی ہے، جو اسلام کا اصل مدعا اور اسی کا مقصد ہے، اور جس سے ساری دنیا بیک وقت عزت و کامرانی، فتح وغلبہ اور خوشحالی ومسرت اطمینان ویکسوئی کی دولت سے سرفراز ہوسکتی ہے۔

اہل تبلیغ فرد کی اصلاح کو مقدم رکھتے ہیں، اسلئے کہ فرد کی اصلاح اجتماعی اصلاح کا سنگ بنیاد ہے، جب افراد صالح ہوں گے تو معاشرہ خود بخود صالح ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک جماعتوں میں نکلنے اور تبلیغی نقل وحرکت اور اسفار کا سب سے اہم مقصد اپنی اصلاح ہوتی ہے' جب افراد اپنی اصلاح کی فکر کریں گے تو اس کا اثر دوسروں کی اصلاح تک متعدی ہوگا۔ اور نتیجۃً اجتماعی طور پر صحیح اسلامی زندگی وجود میں آئے گی۔

ایمان بالغیب کی دعوت جس قوت کے ساتھ اس جماعت نے پیش کی ہے اس کی مثال دوسری دینی جماعتوں میں اس طاقت کے ساتھ نہیں ملتی، یہاں اسباب ووسائل سے قطع نظر صرف خالق اسباب پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے، حتی کہ اس قوت ایمانی کے سامنے اشیاء کی خاصیات اور اس کی تاثیر بھی ایک بے حقیقت شئی ہو جاتی ہے، آگ کا خاصہ جلانا ہے لیکن اللہ چاہے تو وہ اپنے اس مزاج اور فطرت سے الگ ہوکر ٹھنڈک اور سلامتی کی ضامن ہوسکتی ہے، اسی طرح پانی پیاس بجھانے کی خاصیت اور انسان کی زندگی کو برقرار رکھنے کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے، لیکن اللہ کے حکم کے سامنے وہ اپنے اس مزاج وفطرت کو بدل سکتا ہے اور وہ تباہی وہلاکت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے، یہی دراصل وہ ایمان کی اصل طاقت ہے جس کو قرآن کریم نے اہل تقویٰ کی صفت بتائی ہے اور فرمایا ہے کہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب (ہدایت ہے ان متقیوں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں)

اور ایمان بالغیب کے سامنے حالات وکیفیات کوئی قیمت نہیں رکھتے، حالات چاہے جو بھی ہوں اس ایمان کی شان اور اس کی روح میں کوئی کمی یا تبدیلی ممکن نہیں کہ اس طرح صاحب ایمان حالات کا تابع نہیں ہوتا، حالات اس کے تابع ہوتے ہیں، وہ اسباب ووسائل کا خادم نہیں ہوتا بلکہ وسائل واسباب خود اس کی خدمت کیلئے ہمہ دم حاضر رہتے ہیں۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پہلو پر بہت زور دیتے تھے، وہ خاص طور سے اس مرض کے ازالہ کی کوشش کرتے تھے جو اس زمانے کے عوام وخواص سب کے اندر موجود ہے۔ کہ حالات واسباب کے سامنے جھکنے میں ان کو ذرا بھی تامل نہیں ہوتا، اور دراصل وہ حالات اور زمانے کے غلام بنکر رہ گئے ہیں، ان کی تقریروں اور تحریروں میں یہ بات خاص طور سے بہت نمایاں ہے، وہ ایمان والی زندگی اور ایک مسلمان جس کا کلمہ پر ایمان ہو کی سخت توہین سمجھتے تھے کہ وہ حالات اور زمانے کا تابع بنکر رہے، اور خود کو حالات کے بدلنے کا اہل نہ سمجھے۔

تبلیغی تحریک کا مابہ الامتیاز وصف جو دوسری دینی تحریکوں اور جماعتوں میں بڑی حد تک مفقود ہے وہ دعوت وتبلیغ کی راہ میں اسفار اور مسلسل نقل وحرکت ہے، جو ایک خاص نظام اور ترتیب کے ساتھ مربوط ہے۔ اور جس کے کچھ مخصوص آداب وامتیازات ہیں، چنانچہ نظام الدین کے مرکز سے ملک کے گوشے گوشے اور بیرون ملک میں جماعتوں کے نکلنے اور ان کی روانگی کا سلسلہ اس طرح قائم ہے کہ اس میں کبھی ناغہ نہیں ہونے پاتا، خواہ کتنا ہی سخت موسم ہو اور کتنے ہی سخت اور نازک حالات ہوں، بانی جماعت نے تبلیغی کام کے فائدہ کو متعدی بنانے کے لئے عارضی ترک وطن کو لازم قرار دیا تھا، جس طرح ہجرت کا واقعہ اسلامی تاریخ کے پھیلاؤ اور دین کی عمومیت کا ایک عظیم سبب قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اسلامی تاریخ اپنے ہر دور میں اس ہجرت کی

"بقیہ ص۶ پر"

ایک بڑا حادثہ

۲۴ رمضان ۱۳۸۶ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ۱۱ بجے دن میں دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چند دن قبل مولانا پر فالج کا حملہ ہوا تھا جو اگرچہ بہت سخت تھا لیکن بعد میں حالت بڑی حد تک سنبھل گئی تھی اور صحتیاب ہونے کی توقع پیدا ہوگئی تھی کہ اچانک حادثہ رحلت کی خبر تمام علمی اور دینی حلقوں پر بجلی بنکر گری، حضرت علامہ مرحوم دیوبند کے سب سے قدیم اور بزرگ استاذ تھے اور اسلاف دارالعلوم کی یادگار شمار ہوتے تھے، آپ نے کم وبیش ۶۰ سال تک دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی، ادھر دس سال سے آپ دارالعلوم کی صدر مدرسی اور ناظم تعلیمات کے منصب پر فائز تھے، اور اس اہم ذمہ داری کو انتہائی امانت کیساتھ آپ نے انجام دیا، حضرت علامہ مرحوم معقولات کے امام اور علم کلام میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے، علوم قرآن وسنت پر آپ کی نظر بہت وسیع اور گہری تھی، ہند وپاک اور بیرون ملک میں آپ کے ہزاروں شاگرد موجود ہیں جو علم ودین کی خدمت میں مشغول ہیں۔ آپکی وفات صرف دارالعلوم دیوبند کا ایک بڑا خسارہ نہیں ہے بلکہ تمام علمی اور دینی حلقوں اور مدارس عربیہ کا ایک عظیم خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان اور تمام وابستگان کو صبر کی توفیق بخشے اور اس علمی خلاء کو اپنے فضل سے پر کردے آمین۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ہماری زندگی کا ایک خلاء

عربی سے ترجمہ

حقائق ومطالب پر بیگانہ اور واقعی اصطلاحات کا ظلم

ہے کہ بعض اصطلاحیں حقائق پر ظلم ڈھانے کا سبب بن جاتی ہیں۔ ہر فن، ہر زبان، ہر ادب اور ہر مذہب کے باب میں ان اصطلاحوں کی ستم ظریفی کی ایک طویل داستان موجود ہے اس لئے کہ انکی بدولت ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے۔ شکوک وشبہات اور جدل ونزاع کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ایک نیا مذہب ومسلک پیدا ہو جاتے ہیں جن کے حق میں دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے جاتے ہیں۔

لیکن اگر ہم بعد میں وضع ہونے والی اصطلاحات سے صرف نظر کرکے اپنی توجہ اس امر کی جانب مبذول کریں کہ انھی میں انھی حقائق ومطالب کو کن الفاظ وکلمات سے آسانی اور خندہ پیشانی سے تعبیر کیا جاتا تھا اور عہد اول اور سلف صالح کے لوگ کس خیال کے حامی تھے تو عقدہ حل ہو جائے اور افہام وتفہیم کی راہیں کھل جائیں۔

ایسی ہی اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح تصوف کی ہے، جس کی بنا پر مباحث ومسائل کا ایک طوفان کھڑا ہوگیا ہے چنانچہ پوچھا جاتا ہے کہ اس اصطلاح کا مفہوم اور ماخذ کیا ہے۔ یہ صوف سے مشتق ہے یا صفائے یا صفہ سے؟ یا یہ ایک یونانی لفظ صوفیا سے نکلا ہے جسکے معنی "حکمت" کے ہیں پھر یہ کہ یہ اصطلاح کب ایجاد ہوئی؟ جبکہ نہ کتاب وسنت میں اس کا کوئی نشان ملتا ہے نہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے کلام میں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر وہ چیز جس کی کیفیت یہ ہو وہ بدعت محدثہ کے قبیل ہی سے ہو سکتی ہے۔

ان سوالات کی بنا پر تصوف کے حامیوں اور مخالفوں کے مابین بڑے معرکے گرم رہے ہیں

تزکیۂ واحسانات، اور کتاب وسنت میں ان کا مقام

لیکن اگر اس اصطلاح سے جو دوسری صدی میں رائج ہوئی تھی صرف نظر کر دیا جائے اور کتاب وسنت اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے کی طرف رجوع کیا جائے اور قرآن وحدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ:۔

(ا) قرآن مجید دین کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے وہ تزکیہ کے نام سے موسوم کرتا ہے اور اس کا ذکر وہ ان چار بنیادی امور میں سے ایک کی حیثیت سے کرتا ہے۔ جن کی تکمیل کے لئے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (الجمعۃ)

وہی تو ہے جس نے امیوں میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

یعنی نفوس کا تزکیہ کرنا اور ان کو فضائل اخلاق سے مزین اور رذائل سے پاک کرنا جس کی ایک شاندار مثال صحابہؓ کی زندگی اور ان کے اخلاص واخلاق حسنہ میں نظر آتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ مثالی معاشرہ وجود میں آیا اور وہ عادل وراشد حکومت قائم ہوئی جس کی کوئی نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے۔

(ب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درجے کی خبر دیتے ہیں۔ جو اسلام اور ایمان سے بلند تر ہے۔ جسے آپ "احسان" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اور جو یقین کی ایسی کیفیت کا نام ہے۔ جس کے حصول کی ہر باہمت انسان کو کوشش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ جب آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ "احسان کی حقیقت کیا ہے؟" تو آپ فرماتے ہیں "یہ کہ تم اللہ کی ایسی بندگی کرو کہ یہ محسوس ہو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اور یہ نہیں تو کم از کم وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔"

(حدیث متفق علیہ)

(ج) اور شریعت کے باب میں یہ دیکھنے میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احوال وافعال واقوال منقول ہیں اور جنھیں کتابوں میں مدون کیا گیا ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک وہ افعال وہیات اور امور رسوم جیسے قیام وقعود، رکوع وسجود، تلاوت وتسبیح، ادعیہ واذکار اور احکام ومناسک جن کی تدوین حدیث میں ہوئی ہے اور جن کے استخراج اور استنباط سے، فقہ بحث کرتی ہے جس کے لئے محدثین وفقہائے محنت ومشقت کی اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اس لئے کہ انھیں کی کوششوں سے دین محفوظ ہوا اور اس پر عمل آسان ہوا۔

(۲) اور دوسرے وہ کیفیات باطنی جو ان افعال کی ادائیگی کے وقت لازماً موجود ہوتی تھیں اور جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام وقعود، رکوع وسجود، دعا وذکر، امر ونہی ہر حالت اور فکر کی خلوت سے جہاد کے میدان تک ہر جگہ التزام فرمایا۔ یعنی اخلاص واحتساب، صبر وتوکل، زہد وتقویٰ، ایثار وسخا، ادب وحیا، نماز میں خشوع وخضوع۔ دعا میں رجوع الی اللہ۔ دنیا کی چمک دمک سے گریز ترجیح آخرت، اللہ کی ملاقات کا شوق وغیرہ ایسی ہی دوسری باطنی کیفیات اور اخلاق عالیہ جن کا شریعت کے ساتھ وہی تعلق ہے جو روح کا جسد سے اور باطن کا ظاہر سے ہے ان عنوانات کے ذیل میں تفاصیل وجزئیات اور آداب واحکام کا ایک پورا سلسلہ آتا ہے جس سے ایک مستقل علم وجود میں آتا ہے حتی کہ اگر اس علم کو جو امور رسوم کی دقت وتفصیل سے بحث کرتا ہے فقہ ظاہر کا نام دیا جائے تو اس علم کو جو ان کیفیات باطنی کی تشریح کرتا ہے اور ان کے حصول کے طریقوں سے بحث کرتا ہے فقہ باطن کا نام دیا جانا چاہئے۔

بنا بریں مناسب یہ ہے کہ اس علم کو جو نفوس کی تہذیب وتزکیہ اور ان کو فضائل شرعی سے آراستہ کرنے اور رذائل نفسانی سے پاک کرنے سے بحث کرتا ہے اور یقین کی تحصیل اور درجۂ احسان کی تحصیل اور صفات باطنی وکیفیات ایمانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی دعوت دیتا ہے، تزکیہ یا احسان، یا فقہ باطن کا نام دیا جائے۔ بس سے ان شاء اللہ العزیز اختلاف وافتراق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ان دونوں گروہوں کے مابین مفاہمت ہو جائے گی۔ جن کو محض ایک اصطلاح نے ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے اس لئے کہ تزکیہ، احسان، اور فقہ باطن شریعت کے حقائق علمی اور دین کے ان مسلمات میں سے ہیں جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور جن کا تمام مسلمانوں کو اقرار ہے، ساتھ ہی اگر متصوف حضرات اس غایت اصلی اور مقصود حقیقی پر نظر رکھیں جس کی تعبیر تزکیہ، احسان اور فقہ باطن سے کی جاتی ہے۔ اور اس کے حصول کے کسی ایک مخصوص عملی طریقے پر اصرار نہ کریں اس لئے کہ طریقے تو زمان ومکان اور طبائع واحوال کے ساتھ بدلتے ہی رہتے ہیں، تو اس حلقے میں شاید ہی کوئی وہ افراد ایسے مل سکیں جو اختلاف کریں، ورنہ سب لوگ اقرار کریں گے کہ دراصل دین کا ایک شعبہ اور اسکا ایک رکن وہ ہے جسے تزکیہ، احسان اور فقہ

نوٹ: فقہ باطن کہا جانا چاہیئے اور جسے شریعت کی روح اور دین کا لب لباب اور زندگی کی حقیقی ضرورت کی حیثیت حاصل ہے اسلئے کہ واقعہ یہ ہے کہ اسی مرکز کے ذریعہ دنیا بھر کا اصل کیا جا سکتا ہے ہے مجاہدات اجتماعی کی اصلاح ہوسکتی ہے اور نہ ہی حقیقی معنوں میں خود انفرادی زندگی میں کوئی قوت پیدا ہوسکتی ہے۔ "باقی آئندہ"

دورانِ مطالعہ

اثر ——— مولانا علی الرفاعی حسنی

سفیان ثوری کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر منصور حج کے لئے مکہ مکرمہ پہونچے تو انہوں نے کہا کہ سفیان ثوری سے میری ملاقات انتہائی ضروری ہے، لوگ میری تلاش میں رہے اور بیت اللہ کے قریب انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور منصور کے پاس لے گئے، جب میں منصور کے پاس پہونچا تو اس نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا اور کہا کہ تم ہمارے پاس کیوں نہیں آیا کرتے تاکہ ہم اپنے معاملات میں آپ سے مشورہ کر سکیں۔ اور اس کے مطابق اپنا رویہ اختیار کر سکیں۔

میں نے اس سے پوچھا، کہ آپ نے اس سفر میں کیا کچھ خرچ کیا، منصور نے جواب دیا، مجھے کیا معلوم، میں نے وکیل اور نائب مقرر کئے ہوئے ہیں، وہ سب حساب جانتے ہوں گے، میں نے کہا کہ کل جب تم خدا کے سامنے کھڑے ہوگے تو وہ اس بارے میں باز پرس کریگا تم کیا جواب دوگے؟

حضرت عمرؓ کا تو یہ حال تھا کہ جب انہوں نے حج کیا تو انہوں نے اپنے غلام سے پوچھا کہ اس سفر میں کیا خرچ ہوا ہے؟ غلام نے کہا اٹھارہ دینار، حضرت عمرؓ نے فرمایا "افسوس! ہم نے مسلمانوں کے بیت المال پر زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے" اس کے بعد ابو سفیانؓ نے کہا کہ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ کے مال میں اور اس کے رسول کے مال میں گھچڑے اڑاتا ہے تو اس کیلئے کل جہنم کی آگ ہے"، اس موقع پر منصور کے سکریٹری ابو عبید اللہ نے کہا: "کیا امیر المومنین کے سامنے اس قسم کی باتیں کی جاتی ہیں؟" اس کے جواب میں پوری مومنانہ قوت کے ساتھ حضرت سفیانؓ نے جواب دیا۔

"تمہیں بولنے کی ضرورت نہیں، خاموش رہو، فرعون نے ہامان کو ہلاک کیا تھا اور ہامان فرعون کی بربادی کا سبب بنا تھا"۔[۱]

اندلس کا مشہور اموی خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے "زہراء" نامی ایک شہر تعمیر کیا اور اس میں شاندار محلات بنوائے وہ دن رات اس کی زینت و آرائش کی دھن میں رہتا تھا، خود بنفس نفیس اس میں حصہ لیتا تھا۔ اس کا انہماک یہاں تک بڑھا کہ ایک دن نماز جمعہ سے بھی رہ گیا۔

اس زمانے میں منذر بن سعید جامع مسجد کے خطیب اور شرعی عدالت کے قاضی تھے، انھوں نے سوچا کہ خلیفہ الزہراء کی تعمیر و آرائش میں حد سے بڑھتا چلا جا رہا ہے، فضول خرچی کی انتہا ہوگئی ہے اگر اس کو برسرِ منبر نہ ٹوکا گیا تو یہ خدا کے ہاں فرض کی ادائیگی میں بہت بڑی کوتاہی ہوگی، جمعہ کا دن آیا وہ منبر پر تشریف لائے خلیفہ ناصر بھی موجود تھا، پوری مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، انھوں نے اپنے خطبے کا آغاز اس آیت کو پڑھتے ہوئے کیا ——:

اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون واذا بطشتم بطشتم جبارین فاتقوا اللہ واطیعون واتقوا الذی امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین وجنات وعیون انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ (سورہ شعراء - آیت ۱۳۰)

(ترجمہ)

کیا تم بناتے ہو ہر بلند مقام —— (یادگار کے طور پر) عبث (بلا ضرورت) اور بناتے ہو بڑے محل شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو۔ تو بالکل جابر بنکر دارو گیر کرتے ہو، سو تم کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو —— (یعنی) مویشی بیٹوں، باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی مجھ کو تمہارے حق میں (اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

اس کے بعد قاضی موصوف نے سورہ نساء کی یہ آیت تلاوت کی قل متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقی کہہ دیجئے کہ دنیا کا متاع (سامان) تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔

ان آیات کی تشریح کے بعد پورے زور دار انداز میں انہوں نے اس فضول خرچی پر سرزنش کی اور پھر یہ آیت پڑھی۔

افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم واللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ (التوبۃ)

(ترجمہ)

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت (مسجد) کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی (یعنی غار) کے کنارے پر جو گرنے ہی کو ہو رکھی ہو، پھر وہ (عمارت) اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (دین کی) سمجھ ہی نہیں دیتا۔

یہ پورا خطبہ اسی موضوع پر جاری ہوا سننے والے انتہائی متاثر ہوئے خود خلیفہ ناصر سمجھ گیا کہ اس خطبے کا مخاطب خود اس کی ذات ہے۔ اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور وہ اپنی کوتاہی پر بہت ہی نادم ہوا۔ خلیفہ ناصر اس بات کو نہ برداشت کر سکا کہ علانیہ طور پر پوری شدت کے ساتھ اس کا محاسبہ ہو۔ اور برسرِ منبر اس کی غلطیوں پر ٹوکا جائے، اس موقع پر اس نے اپنے بیٹے حکم سے شکوے کے طور پر کہا۔

"خدا کی قسم منذر کے خطبے کا رخ میری طرف تھا، اس نے مجھ پر بڑی زیادتی کی اور تنقید و احتساب اس حد سے بڑھ گیا، انتہائی غصے میں خطبے کے کلمات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ بخدا میں اس کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں ادا کروں گا۔ اس کے بعد دوسری جامع مسجد قرطبہ میں جمعہ کی نماز ادا

کرنا شروع کر دی۔ یہ بھی خلیفہ ناصر کی جانب سے منذر بن سعید کی سزا کی صرف اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا۔

خلیفہ ناصر کے بیٹے حکم نے یہ دیکھا کہ اس کے والد کے الزہراء کے ساتھ بہت گہرا لگاؤ ہے اور ساتھ ہی وہ الزہراء کی وسیع ترین مسجد میں نماز پڑھنے کو اہمیت دیتا ہے تو اس نے کہا۔

"ابا جان! آخر وہ کون سی رکاوٹ ہے جس کی بنا پر منذر بن سعید کو ان کے منصب سے ہٹا نہیں دیتے آپ ان کو ناپسند بھی کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ان کو امامت کے منصب پر برقرار رکھا ہے۔ آخر یہ کیوں ——؟

خلیفہ الناصر نے ڈانٹتے ہوئے کہا ——" کیا منذر بن سعید جیسا آدمی جو اپنے علم و فضل میں یکتا ہے معزول کیا جا سکتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ اس نفس کو خوش کر لیا جائے جو صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہے، یہ ممکن نہیں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے اور اس کے درمیان منذر بن سعید جیسے زاہد و متقی آدمی کو شفیع، اور سفارشی نہ بناؤں۔ منذر بن سعید نے تو اس طرح میرے غصے کو بھڑ کا دیا، کہ میں قسم کھا بیٹھا۔ اب میری دلی تمنا ہے کہ مجھے ایسی راہ مل جائے کہ میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر سکوں"۔

پھر اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"منذر بن سعید اپنے آخری سانس اور میرے آخری سانس تک جمعہ پڑھاتے رہیں گے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا بدل ملنا ناممکن ہے"۔[۱]

خلیفہ عباسی المقتفی لامر اللہ نے یحییٰ بن سعید جیسے ظالم کو قاضی بنا دیا۔ اس پر شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی دینی حمیت بھڑک اٹھی، اور انہوں نے منبر پر چڑھ کر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے انتہائی ظالم و جابر کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔ کل خدا کے یہاں کیا جواب دوگے ——"

خلیفہ اس پر کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً اس ظالم حاکم کو معزول کر دیا۔[۱]

العز بن عبدالسلام جن کا لقب سلطان العلماء ہے۔ جب ان کو الملک الصالح اسماعیل کی جانب سے ۶۳۷ھ میں جامع مسجد دمشق کی خطابت کا منصب سونپا گیا تو اپنی حق گوئی کی بنا پر زیادہ دیر تک اس منصب پر برقرار نہ رہ سکے —— ۶۳۷ھ میں ان کو معزول ہونا پڑا۔

ہوا یہ کہ ملک اسماعیل نے مسلمانوں سے خیانت اور غداری کی۔ العز بن عبدالسلام اس بات کو برداشت نہ کر سکے کہ جامع مسجد کا منبر جو کہ حقیقت میں منبر نبوی ہے مداہنت اور حق کے بارے میں خاموشی سے آلودہ ہو۔ حق گوئی کا یہ بدلہ ملا کہ اس منصب سے معزول کئے گئے اور قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ قابل اعتبار مورخین نے لکھا ہے کہ ملک اسماعیل کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس پر حاکم مصر، نجم الدین ابن ایوب حملہ نہ کر دے۔ اس لئے اس نے [illegible] فرنگیوں سے معاہدہ کر لیا کہ نجم الدین کے مقابلے میں اس کی مدد کریں گے اور اس مدد کے عوض چند قلعے اور شہر ان کے حوالے کر دے جو جنگی لحاظ سے ان علاقوں کی بڑی اہمیت تھی۔ پھر مزید یہ کہ ملک اسماعیل نے فرنگیوں کو اجازت دیدی کہ وہ دمشق میں بلا روک ٹوک داخل ہو سکتے ہیں اور اسلحہ خرید سکتے ہیں۔ العز بن عبدالسلام نے اس واقعہ پر محض فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ برسرِ منبر اس طرزِ عمل کی مذمت کی اور اس خیانت کے نتائج کو بے نقاب کیا۔ —— باقی آئندہ ——

موت العالم موت العالم

عراق کے بزرگ عالم علامہ امجد زہاوی کا بغداد میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ کچھ ہی دن پہلے مدینہ منورہ سے عراق واپس ہوئے تھے، کیونکہ حکومت عراق نے ان کی جلاوطنی کو اپنے لئے ضرر رساں سمجھ کر آخر کار ان کو واپسی کے لئے مجبور کیا تھا۔

علامہ امجد زہاوی عرب نہیں تھے۔ کرد تھے، شمالی عراق کے کرد علاقہ میں وہ ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے تھے اور علوم عربیہ اور اسلامیہ کی تعلیم اس دلچسپی سے حاصل کی کہ بہت جلد اپنے معاصر علماء میں خاص امتیاز حاصل کر لیا۔ وہ عربی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ احکام شریعت اور خاص طور سے فقہ حنفی میں شہرت عام کے مالک بنے۔ ان کے شاگردوں کا طبقہ بھی بہت وسیع ہے۔ علامہ امجد زہاوی کا خاص کارنامہ عراق میں کلیہ تربیت اسلامی کا قیام ہے، اس عالیشان ادارے سے نہ صرف علوم اسلامیہ کے ماہر پیدا ہوئے بلکہ اس کے طلبہ نے تعلیم و تدریس کے استادوں کی حیثیت سے بھی ملت اسلامیہ عراق کی بڑی خدمت کی۔

علامہ زہاوی دینی غیرت اور حمیت میں بھی ممتاز درجہ رکھتے تھے فلسطین کے سلسلہ میں وہ ابتدا سے سرگرم رہے۔ عراقی علماء سے اسلامی شعائر کی حفاظت کے لئے انھوں نے اتحاد و تعاون کی داغ بیل ڈال کر اتحاد بین المسلمین کو بڑی تقویت پہونچائی، جب جنرل قاسم کے عہد میں عراقی کمیونسٹوں نے بزرگ شیعہ عالم آقائے محسن حکیم کی توہین ایک کارٹون شائع کر کے کی تھی تو احتجاج کرنے والوں میں علامہ امجد زہاوی آگے آگے تھے۔ یہ انہیں دونوں علماء کی مخالفت تھی جس نے عراق کے عوام میں جنرل عبدالکریم قاسم اور کمیونسٹوں کے خلاف عام نفرت کی وہ لہر دوڑا دی تھی کہ آخر کار انقلاب نو نے ان کو اقتدار سے ہٹا ہی دیا۔ اس کے باوجود عراق میں علماء اسلام اور پھر علامہ زہاوی جیسے جری اور صاف گو علماء کے لئے حالات کبھی سازگار نہ ہو سکے جو عرب قومیت کے قائل نہ تھے اور اسلامی اتحاد پر زور دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی خدمات کو قبول کریں اور رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ فرمائیں۔

۱؎ مجلۃ الازہر رمضان ۱۳۸۱ھ واخلاقنا والاجتماعیۃ لسباعی۔

۱؎ قلائد الجواہر ص۴

زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں

مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی

زکوٰۃ کے عبادت ہونے پر قرآن کریم، احادیث نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) اور اجماع امت سے واضح اور شافی دلائل کے باوجود ایسے لوگوں کو جن کا مقصد وحید یہ ہے کہ پورے اسلام کو مسخ کردیا جائے اصرار ہے کہ زکوٰۃ عبادت الٰہی اور فریضہ ربانی نہیں ہے، بلکہ یہ محض ایک ٹیکس ہے جس طرح ہر کا فرد مسلم حکومت کے عام ٹیکس ہوا کرتے ہیں، ہمارے قریبی زمانہ میں زکوٰۃ کے ٹیکس ہونے کا نعرہ سب سے پہلے مشہور منکر حدیث و قرآن چودھری غلام احمد پرویز نے لگایا چنانچہ ایک جگہ چودھری صاحب فرماتے ہیں:

"—— زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتی کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کرسکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو لہٰذا جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ ہو تو پھر زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔ (قرآنی فیصلے ص ۳۵)

ظاہر ہے کہ ہماری حکومت ہنوز اسلامی حکومت نہیں ہے، اس لئے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، آجکل زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے، اگر یہ حکومت اسلامی ہوگئی تو یہی ٹیکس زکوٰۃ ہو جائے گا، ایک طرف ٹیکس اور اس کے ساتھ دوسری طرف زکوٰۃ تنفیذ[1] اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے۔ (قرآنی فیصلے ص ۳۷)

چودھری صاحب کی ہمنوائی میں ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اسی نعرہ کی تجدید کی اور گذشتہ سال ایک مضمون سپرد قلم کیا جس میں زکوٰۃ کے ٹیکس ہونے کا بلا دلیل دعویٰ کیا "فکر و نظر" بابت مارچ ۶۷ء میں ابوشہاب رفیع اللہ نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو ان کے دعویٰ پر بزعم خود دلائل مہیا کر دینے کی کوشش کی ہے جو بظاہر دلائل ہیں لیکن حقیقت میں مغالطے ہیں اس لئے ہم اس قسط میں ان کا جائزہ لینا چاہتے ہیں تاکہ حقیقت حال واضح ہوسکے۔

مقالہ نگار فرماتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بحث کہ زکوٰۃ عبادت ہے یا عبادت نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین کے زمانے میں بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ (ص ۵۶۱)

یہ صریح مغالطہ اور قطعاً غلط تاثر ہے کہ سلف صالحین کا زکوٰۃ کے عبادت ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے استغفر اللہ سلف صالحین کے نقول ہم پیش کرچکے ہیں جن سے معلوم ہوسکے گا کہ موصوف یا تو خود غلط فہمی کا شکار ہیں، اور سلف صالحین کے کلام سے صحیح استفادہ کی صلاحیت نہیں رکھتے، یا دیدہ و دانستہ ایک اسلامی ...... رکن پر مشق سخن فرما کر ملت اسلامیہ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

مزید ارشاد ہے:۔

مثلاً عبادت نابالغ پر فرض نہیں ہے اس لئے جن فقہاء کے نزدیک یہ عبادت ہے ان کے مسلک کے مطابق نابالغ کے مال پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے لیکن جن آئمہ و فقہاء کے نزدیک یہ عبادت نہیں ہے ان کے نزدیک نابالغ کے مال سے بھی زکوٰۃ لی جائے گی۔

پھر اس سلسلہ میں علامہ ابن رشد القرطبی کی کتاب "بدایۃ المجتہد" کی عبارت پیش کی ہے اسی کے ساتھ ہی ساتھ امام شافعیؒ کا مسلک بڑی شد و مد سے پیش کیا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو عبادت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ٹیکس سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ مقالہ نگار نے نہ تو امام شافعیؒ کی کتاب "الام" سے کوئی نقل پیش کی نہ علماء شافعیہ سے زکوٰۃ کا ٹیکس ہونا نقل کیا البتہ بلا سوچے سمجھے فقہ حنفی کی کتاب "ہدایہ" کی ایک عبارت پیش کی ہے ہمیں ادارۂ تحقیقات اسلامی کے محققین سے ایک شکایت ہمیشہ رہی ہے کہ یہ حضرات بنتے تو محقق ہیں لیکن ان کی تحقیق کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ کہیں سے کوئی گری پڑی چیز مل گئی بس اس پر قیاسات کے پیوند لگا کر ایک خیالی عمارت تعمیر کرلی اور اسے تحقیق کا نام دے کر دل خوش کرلیا۔ تحقیق کا طریقہ تو یہ ہونا چاہئیے کہ کسی مسئلہ کی پوری طرح تحقیق کی جائے اس کے سارے گوشوں کو دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے۔ مثلاً زیر بحث مسئلہ کہ زکوٰۃ عبادت ہے یا نہیں، اسی طرح یہ کہ امام شافعی رحمہ اس کو عبادت نہیں سمجھتے بلکہ ٹیکس سمجھتے ہیں، بڑا اہم مسئلہ ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس اہم مسئلہ پر کوئی سیر حاصل بحث نہیں کی گئی، نہ اسلامی ماخذوں کو دیکھا گیا بلکہ پہلے اپنے ذہن میں ایک مفروضہ طے کر لیا، اس کے بعد ادھر ادھر کی عبارتیں جوڑ کر فرض کرلیا کہ ہم نے حق تحقیق ادا کر دیا، ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ امام شافعی رحمہ کے نزدیک زکوٰۃ اگر ٹیکس ہے تو اس کو ہدایہ کی عبارت سے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

امام شافعی رحمہ کے مذہب کی کتابیں بلکہ خود امام شافعی رحمہ کی تصریحات کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا جانا چاہئیے تھا اور اگر کوئی عبارت امام شافعی رحمہ اور محققین شافعیہ کی عام تصریحات کے خلاف نظر آتی تو اس کا صحیح عمل بیان کیا جاتا، مگر یہاں محققین مطلوب ہی نہیں بلکہ درحقیقت یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے سب مغالطہ ہے جس کا مقصد اسلامی ارکان میں الحاد اور کجی کی تلاش ہے۔ (واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ)

ہدایہ اور بدایۃ المجتہد کی عبارتیں بے غبار ہیں۔ ہم پہلے اصل مسئلہ اور آئمہ میں اختلاف کی وجہ دوسری کتب معتبرہ سے واضح کرینگے اس کے بعد ہدایہ اور بدایۃ المجتہد کی عبارتیں ناظرین کی سمجھ میں خود بخود آجائیں گی۔ اور اشکال باقی نہیں رہے گا۔ "باقی آئندہ"

[1] اے چشم بدور کیا خوب استدلال ہے یعنی چونکہ ہماری حکومت ہنوز اسلامی حکومت نہیں اور اس کی وجہ سے یہاں قیصریت کی فرمانروائی ہے اسلئے خدائی حقوق کو معطل کردو، اسلامی ارکان کو ذبح کر ڈالو، ورنہ غیر اسلامی حکومت کے مطالبات کے ساتھ خدائی احکام کا نام لیا گیا تو فوراً قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق پیدا ہو جائے گی۔ "مدیر"

ایک تبلیغی تاریخی اجتماع

از :- مولانا سید محمد ثانی حسنی "مدیر رضوان"

میوات کے ضلع گڑگانواں میں نوح نامی ایک مشہور قصبہ ہے، جس میں تقسیم ہند سے پہلے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد تھی، قصبہ کا اکثریت دینی دعوت کے کام سے متعلق اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی معتقد اور حلقہ بگوش تھی، اس قصبہ میں اہل علم بزرگوں سے تعلق رکھنے والے میواتی بکثرت آباد تھے۔ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینی تعلق کے ساتھ ساتھ دنیاوی وجاہت بھی عطا فرمائی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد اس قصبہ میں بہت کم مسلمان رہ گئے ہیں لیکن چونکہ وہ آس پاس کے دیہاتیوں کا مرکز ہے، اور اس میں ایک عربی مدرسہ ہے جس میں کافی تعداد میں طلباء رہتے ہیں، اس وجہ سے وہ آباد اور بارونق اب بھی معلوم ہوتا ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ۱۳۴۱ھ میں اسی قصبہ میں ایک عربی دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "معین الاسلام" ہے۔ اس مدرسہ میں شروع سے ہر سال ایک مرتبہ جلسہ ہوتا ہے جس میں دہلی کی تبلیغی جماعتیں اور بخارا۔ نظام الدین اولیاء کے رہنے والے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ دار العلوم دیوبند۔ دار العلوم ندوۃ العلماء نیز بعض اور دوسرے عربی مدارس کے علماء اور مدرسین شرکت کرتے رہے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس جلسہ کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، کہنے کو تو یہ مدرسہ کا جلسہ ہوتا لیکن درحقیقت ایک بڑا تبلیغی اجتماع بن جاتا تھا، جس میں میوات کے اطراف و اکناف نیز دوسرے علاقوں کے اہل علم اور عوام و خواص کھنچ کھنچ کر آتے اور شرکت کرتے، اہل قصبہ ذوق و شوق سے پیشوائی کرتے اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیتے۔ یہ جلسہ ایسا ہی دینی اور روحانی اجتماع بنجاتا ہے اور فضا میں ایسی نورانیت پیدا ہو جاتی ہے کہ شرکت کرنے والا ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مسجد کے علاوہ سڑکوں اور راستوں پر بھی نماز کی صفیں بنتی ہیں اس قصبہ کے مدرسہ کا سب سے بڑا جلسہ ۸-۹-۱۰ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸-۲۹-۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء میں ہوا۔ اس جلسہ میں تقریباً بیس پچیس ہزار کا مجمع تھا۔ اسکے بعد ہر سال حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی شرکت میں یہ جلسہ ہوتا رہا۔ مولانا کی زندگی کا آخری جلسہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۴۴ء کو ہوا، لیکن مولانا اپنی شدید علالت کی بنا پر شریک نہ ہوسکے، یہی وہ پہلا جلسہ ہے جس میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ بحیثیت امیر جماعت کے شریک ہوئے، ان کے ہمراہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا زکریا صاحب قدوسی، مولانا احتشام احمد صاحب کاندھلوی، پروفیسر عبدالغنی صاحب جے پوری، مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب رائے بریلوی شریک ہوئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۱۲ اگست ۱۹۴۴ء میں نوح میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا، اور اس کے ساتھ ساتھ میوات کے چودھری حضرات کا اجتماع بھی کیا گیا، چودھریوں کا اجتماع بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہمیشہ کیا کرتے تھے اور اس مرتبہ بھی انہوں نے دعوت دی تھی لیکن ان کی علالت کی وجہ سے ان کی زندگی میں نہ ہوسکا۔ اور اب ۱۲ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۲۲ر شعبان ۱۳۶۳ھ گویا انتقال سے ایک مہینہ دو دن بعد برقرار ہوا۔ اس جلسے میں جماعتوں کے علاوہ اکابر دست آئے میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نے شرکت فرمائی۔ چونکہ یہ جلسہ تبلیغی تھا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے انتقال کے بعد ہو رہا تھا، میوات کے لوگوں کے دل ٹوٹے ہوئے تھے اور پورا میوات غمزدہ خاطر ہو رہا تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ وہ اکابر و مشائخ بھی شرکت کا اہتمام فرمائیں جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں شرکت کرتے تھے تاکہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی شدید کمی نہ محسوس ہو۔ یہ تبلیغی اجتماع اسی شان و شوکت اور اسی نورانیت و روحانیت کے ساتھ ہوا جیسے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی میں ہوتا تھا۔ میواتیوں کا وہی ذوق و

بقیہ "اداریہ"

مختلف شکلوں کی محتاج ہے، خواہ وہ ترک وطن کی صورت میں ہو یا اپنے مشاغل و احول کو چھوڑ کر چند دنوں کے لئے کسی دوسرے بہتر ماحول میں یکسو ہو کر صرف دین کے سیکھنے اور سکھانے کے کام میں مشغولیت اور انہماک ہو۔

تبلیغ کے اس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چل کر ہی کامیاب بنایا جاسکتا ہے، ظاہر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے دین کو پھیلانے اور اللہ کے کلمہ کو نافذ و عام کرنے کے لئے جس طرح ترک وطن کیا۔ اپنی مرغوب چیزوں کی قربانی دی اور جتنی نقل و حرکت کی اور مشقتیں برداشت کیں کسی سے مخفی نہیں ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے ایک خط میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تبلیغ کا مقصد کسی خاص چیز کی اشاعت نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ ہمیں ہر اس چیز کو زندہ کرنا ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم مسلمانوں کی فلاح کے لئے لیکر آئے اور تدریجی طور پر ہم مسلمانوں کی استعداد کے مطابق عمل پر ڈالتے رہے، اس سب کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گھر بار چھوڑنے کی عادت کو عمومیت دینا ہے، جتنی یہ چیز عام ہو جائے گی حق تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں عام طور پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی ان رحمتوں اور نعمتوں کا اندازہ قائم کرنا جو اس سنت کے زندہ ہونے پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ایسے لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے جن کے لئے دنیاوی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کیلئے سفر سہل اور اس اعلیٰ ترین مبارک سنت کے احیاء کیلئے سفر کرنا مشکل ہوگیا ہے، مشکل اسلئے کہ ہم نے ابھی تک ان تبلیغی اسفار کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا، ہم اس کو تصحیح کلمہ یا تصحیح نماز کی تحریک سمجھتے ہیں لہٰذا زیادہ اہمیت نہیں دیتے حالانکہ اسکا مقصد ان سب کو جلا دینا اور منور کرنا ہے جن کے ذریعہ ہمارے اعمال دنیاوی دینی بن جائیں، اور دینی اعمال سلبیت کے بجائے حقیقت اختیار کرلیں"۔ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ از مولانا محمد ثانی حسنی ایڈیٹر رضوان لکھنؤ)

اس مقصد کو تقویت پہونچانے اور عملی زندگی میں نشاط پیدا کرنے کیلئے چھوٹے اجتماعات اور درس و تعلیم کے سلسلوں کے ساتھ بڑے اجتماعات منعقد کرنا اور ان کو کامیاب بنانے کے لئے محنت و کوشش کرنا اور ان میں شرکت کرنا بہت مفید ہے اسی لئے جماعت کی شاخوں کی طرف سے مختلف شہروں میں عموماً بڑے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں جہاں جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات جمع ہوتے ہیں اور بہت سے نئے لوگ اس کام سے متعارف اور قریب ہوتے ہیں اس کے علاوہ ان اجتماعات کا ایک فائدہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ تین چار روز تک ایک خالص دینی فضا اور ماحول قائم ہو جاتا ہے اور ایسی اسلامی اجتماعیت کا مظاہرہ ہوتا ہے جہاں عموماً ہر شخص

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

از
ابو الاسرار رمزی
اناوی
جودھپور

اسوۂ حسنہ کا تصور:-

اثر تصور پاک سے کسی نو بہار جمال کے
چمن حیات میں تازگی نفس و نظر میں بہار ہے
مرے تن میں قلب و دماغ ہیں کہ سرود و سوز کے باغ ہیں
وہ معلم عرب و عجم کہ جہاں پہ جس نے کیا کرم
میں اسی کا زمزمہ گاؤں گا میں اسی کا حال سناؤں گا

خلق عظیم:-

زن بولہب کا شعار تھا یہ رویہ لیل و نہار تھا
وہ کسی مرض میں تھی مبتلا، گئے دیکھنے اسے مصطفےٰ
کسی دشمن سیہ بخت نے کیا وار جسم حضورؐ پر
یہ کرشمہ دیکھ کے ڈر گیا وہ وقور رعب سے گر پڑا

حلم و نمونۂ تبلیغ:-

کبھی رکھ دی اونٹ کی اوجھڑی دم سجدہ گردن پاک پر
وہ جفا و جور، وہ آفتیں نئی روز اذیت بار تھیں
یہ تمام ظلم سہے مگر کبھی قوم کو نہ برا کہا
یہ کسی کی سیرت پاک تھی یہ کس کا خلق عظیم تھا

شخصیت و صفات

وہ وجیہہ تھے، وہ عفیف تھے، وہ حلیم تھے، وہ جمیل تھے
وہ سخی بھی تھے، وہ جری بھی تھے، وہ ذکی بھی تھے، وہ دیا تھے

حوصلۂ حکومت جہاد کی تحریک زندگی

کبھی قاتلوں میں شریک تھے کبھی تاجروں کے ہجوم میں
وہ ستارہ گان سحر کی ضو میں جھکا ہوا سر عبدیت
تب و روز شغل پیمبری وہ مجاہدات وہ بندگی
نہ خزانہ سے ڈرے کبھی نہ جابرہ سے دبے کبھی

کارنامے:-

در و کاخ کفر ہلا دیئے سر پر غرور جھکا دیئے
نہ غرور سے مٹ گئے نہ صنم رہے نہ صنم کدے
نہ وہ پتھروں کے خدا رہے نہ وہ نقش لات و منات کے

فطانت!

کسی مدرسے میں پڑھا کبھی نہ وہ جامعہ میں گئے کہیں
جو نکات زیر نظر رہے نہ تمام عمر سلجھ سکے

لطافت و نفاست:-

کسی راہ سے جو نکل گئے تو ہوا نفس سے مہک اٹھی
کبھی عطر اڑتا مکان سے کبھی جنگلوں کے نواح سے
کبھی مسکرا دیئے زیر لب تو فضا میں روشنی ہوگئی
کھلے راز ہائے نہفتہ کی جو کسی نے آپ سے گفتگو
وہ حریم قدس کی جلوہ گاہ میں مستجاب ہی ہوگیا

طبقات مطلع نور ہیں کرۂ جہان خیال کے
ہے عیاں تبسم زندگی، وہ شگفتگی وہ نکھار ہے
جو نفس نفس میں ہے بانسری تو نظر نظر میں چراغ ہیں
وہ امیر قافلۂ امم مری جان ہو جسکے تہ قدم
جو حیات پاک کا عکس ہے وہ نظارہ تم کو دکھاؤں گا

وہ مصطفےٰ آ میں بچھیر ناخس و خار اس کا شعار تھا
بکشادہ خاطری یہ کہا۔ "تجھے تندرست کرے خدا!
اسے اپنے قبضہ میں کر لیا گرنی تیغ ہاتھ سے چھوٹ کر
یہ عدو کے ساتھ سلوک تھا کہ حضورؐ نے نہ عوض لیا

کبھی چہرہ خون میں بھر دیا تو گرا دیا کبھی خاک پر
وہ مصیبتوں پہ مصیبتیں، وہ اذیتوں پہ اذیتیں
نہ نزول قہر کی آرزو نہ دعائے بد کا خیال تھا
جو خیال میں کبھی نہ آسکے وہ ہی ان کا لطف عمیم تھا

وہ مجاہدوں کے امام تھے، وہ مشیر تھے، وہ عقیل تھے
وہ کریم تھے وہ فصیح تھے، وہ خطیب تھے، وہ امین تھے

کبھی معرکوں میں تھے جلوہ گر کہ ہو جیسے چاند نجوم میں
جبل حرا کے نشیب میں وہ طویل سجدہ محویت
بڑے اہتمام کی سلطنت بڑے سوز و ساز کی زندگی
رہے حق و کفر کے معرکے نہ مقابلہ سے ہٹے کبھی

جو فجور و فسق سے تھے بھرے وہ رواج سارے مٹا دیئے
نہ دلوں میں شیوۂ آذری نہ دماغ کفر میں بتکدے
یہ کسی کی سیرت پاک تھی! یہ تھے کارنامے حیات کے

مگر اس پہ ان کا یہ حال تھا کہ تھے روح قدس کے منتشیں
انہیں ایک لمحہ میں حل کیا جنہیں فلسفی نہ سمجھ سکے

قدم آپ کے جہاں پڑ گئے زمیں چرخ بن کے چمک اٹھی
جو صحابہ آپ کو ڈھونڈتے تو فضا میں راہ کی سونگھتے
جو خدا کے خوف سے رو پڑے تو جہاں میں تیرگی ہوگئی
زہے خوش نصیبی زندگی جسے تھی نصیب یہ آب رو
جو کسی پہ کی نگہ کرم، تو کامیاب ہی ہو گیا

نہ تجلیوں میں بہار تھی نہ فروغ رنگ بہار کو
لگے چار چاند حضورؐ سے چمن جہاں کے وقار کو

اسلام عصر حاضر میں

تحریر
محمد قطب شہید
انگریزی سے ترجمہ
حکیم مولانا عزیز الرحمن اعظمی

اس دور کا تعلیم یافتہ طبقہ مذہب کی ضرورت و عدم ضرورت کی کشمکش میں بری طرح گرفتار ہے آج اس طبقہ کے ذہن میں مختلف قسم کے سوالات ابھرتے رہتے ہیں، مثلاً کیا مذہب انسانی زندگی کی کوئی زندہ حقیقت ہے؟ ممکن ہے ماضی میں اس کی کوئی ضرورت رہی ہو مگر کیا آج کی دنیا میں بھی اس کی وہی حیثیت باقی ہے جبکہ سائنس نے زندگی کی ہر شاہراہ کو اپنی روشنی سے منور کر رکھا ہے، اور انسانی زندگی کے شب و روز پر حاوی کا ہر لمحہ خود کو بچانے کی کوشش میں ناکام ہو چکا ہے؟ یا مذہب صرف افراد و اشخاص کی طینت اور ذاتی فطرت کے مطابق ان کی نجی زندگی کی نمائندگی کرتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آج ہر تعلیم یافتہ ذہن اپنے اندر پاتا ہے، اور وہ مذہب میں یقین و بے یقینی دونوں حالتوں میں کوئی مابہ التمیز فرق قائم کرنے سے خود کو عاجز پاتا ہے اور عجیب تردد اور شش و پنج میں مبتلا ہے۔

اسلام کے بارے میں ان کی ذہنی کشمکش ایک عجیب پر فریب کیفیت سے اس وقت دوچار ہوتی ہے جب وہ مبلغین اسلام کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ اسلام محض ایک عقیدہ کا نام نہیں اسلام صرف روح کی تربیت کے کسی خاص انداز کو نہیں کہتے، نہ اسلام عقائد کی تعلیم و تربیت کو کہتے ہیں، بلکہ اسلام انسانی زندگی کے ہر گوشہ کو خوش انداز اور خوش اسلوب بنانے کا ایک مکمل ضابطہ ہے، جس کا معاشی نظام اعلیٰ اور برتر اصولوں پر مبنی ہے، اور جس کا سماجی ضابطہ فلاح و بہبود کامل کا آئینہ دار ہے، جس میں تہذیب و تمدن کو معاشرتی بنیادوں پر پوری طرح ترقی کے مواقع نصیب ہیں جس میں مجرموں کی تعزیر کے منصفانہ اور جرائم کش قوانین موجود ہیں اور یہ ضابطے بین الاقوامی میدانوں میں بھی پوری طرح کامیاب ہیں۔ اسلام میں فلسفیانہ نکتہ رسی کے ساتھ ساتھ فطری تقاضوں کی تکمیل کے مکمل ضوابط پائے جاتے ہیں روحانیت و اخلاقیات کی چاشنی اس کے ہر ریشے میں بسی ہوتی ہے، موجودہ خواندہ طبقہ یہ باتیں اسلام کے سلسلے میں بڑے تعجب سے سنتا ہے اس لئے کہ اس کا ذہن اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ اسلام نے عرصہ سے ترقی کی راہیں مسدود کر رکھی ہیں اسلام آج بے وقت کی راگنی بن کر رہ گیا ہے اس کی افادی حیثیت عرصہ سے نیست و نابود ہو چکی ہے لیکن آپ یقین رکھیں کہ اسلام کے پاس صرف اس کا شاندار ماضی ہی نہیں ہے، اس کے اصول موجودہ زندگی میں مردہ و بے کار نہیں ہیں۔ اسلام عقل و دانش سے وراء الوراء کی حقیقت کا نام نہیں ہے بلکہ آج کی متمدن و ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایک زندہ جاوید حقیقت ایک ترقی پذیر ضابطۂ حیات ہے جس ... سے ایک لمحہ کے لئے دنیا انکار کر کے کامیابی کی ادنیٰ منزل تک نہیں پہونچ سکتی، اسلام نے زندگی کے تمدن کی حفاظت کے جو وسائل مہیا کر دئے ہیں وہ آج تک دنیا کا کوئی نظام پیش نہیں کر سکا۔ خواہ وہ سوشلزم کمیونزم یا دنیا کا کوئی اور ترقی یافتہ نظام زندگی کیوں نہ ہو۔

جب یہ باتیں ان لوگوں کے کان میں پڑتی ہیں تو وہ غصہ سے چور ہو جاتے ہیں ان کا استعجاب اور غصہ انہیں آپے سے باہر کر دیتا ہے وہ ان ناصحین پر پھوٹ پڑتے ہیں کہ کیا آپ اسی مذہب اسلام کے محاسن بیان کر رہے ہیں۔ اسی نظام کے گن گا رہے ہیں جو انسانوں کی آزادانہ تجارت اور غلامی کی ترویج میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے وہ مذہب جو جاگیردارانہ نظام معیشت اور سرمایہ دارانہ انداز زندگی کی حمایت کرتا ہے جو عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینے کی مخالفت کرتا ہے اور انہیں گھر کی چہار دیواری میں بند کر کے انصاف کے ڈھنڈورے پیٹتا ہے۔ جس کا ضابطۂ تعزیر سنگساری، موسیلے درے جیسی بہیمانہ سزاؤں سے بھرا پڑا ہے، جو انسان کو خیرات کھانے بھیک مانگنے کے گھناونے طریقے سکھاتا ہے جو انسان کو مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں تقسیم کرتا ہے، جو دوسروں پر جارحانہ اقدام (جہاد) کی ہدایت جاری کرتا ہے، جسکے نظام معیشت میں محنت کش طبقے کے فلاح کا کوئی سامان نہیں جہاں غریبوں، مفلسوں کے درد کا کوئی درماں نہیں ہے، جس نظام زندگی میں اس قسم کی گھناونی باتیں موجود ہوں ایک ایسے نظام کے احیاء کی باتیں آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بے تُکی کی دکان سجانے کے مترادف ہے مستقبل میں اس کے باقی رہنے کا کوئی سوال کسی ذہن میں نہیں آسکتا، پھر ایسے نظام حیات کو ترقی دینے کی باتیں اور اس کی کامیابی کے لئے جد و جہد کا تصور کیسے ممکن ہے؟ ایک ایسا مذہب جس میں ایسے دقیانوسی خیالات اور فرسودہ نظریات ہوں آج کی تیز رفتار سماجی و معاشی دوڑ میں کس طرح آگے بڑھ سکتا ہے۔؟

قلم کو ذرا دیر کے لئے روک کر دیکھئے کہ یہ ناقدین کون ہیں کیا ان کی یہ تنقید خود ان کی اپنی تخلیق ہے، کیا ان کے خیالات پیش و پس کی آلائشوں سے پاک اور ستھرے ہوئے ہیں یا دوسروں کی ترجمانی بلا سوچے سمجھے مٹھو میاں کی رٹ تو نہیں نہیں —!

آیئے ہم بتائیں کہ آپ کا خیال سو فیصدی حقیقت پر مبنی ہے سچ بات یہی ہے کہ جو تنقیدات ان شریف النفس مترفین کی طرف سے پیش کی جارہی ہیں، وہ ان کی اپنی تخلیق یا آزادانہ و منصفانہ رویے کی حیثیت نہیں رکھتیں اس لئے ہمیں ان کی حقیقی بنیادوں کی جستجو میں لگنا چاہئے اس کے لئے ہمیں دور حاضر سے ذرا پہلے کی تاریخی پس منظر میں جانا پڑے گا تاکہ حقیقت آئینہ ہو کر سامنے آجائے۔

یہ حقیقت آفتاب کی طرح عیاں ہے کہ قرون وسطیٰ میں اسلامی دنیا اور یورپ کے مابین خونریز جنگیں جاری رہیں جس کے نتیجہ میں نفرت و خصومت کی وسیع خلیجیں اسلامی دنیا اور یورپ میں حائل ہو گئی ہیں، ان جنگوں کے بعد کا نقشہ سا وقفہ ایسا نظر آتا ہے جس میں

(باقی صفحہ پر)

نامۂ تعزیت

از - حبیب الرحمٰن ندوی

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خطوط اور فرامین جو آپ نے اپنے عہد کے امیروں، حاکموں اور فرمانرواؤں کو تحریر فرمائے تھے، سیرت و سوانح کی تقریباً تمام کتابوں میں مذکور ہیں اور اسلام کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا بھی ان سے اچھی طرح واقف ہے لیکن ...... وہ نامہائے مبارک جو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ عزیزوں اور جانثاروں کو لکھوائے وہ اگرچہ احادیث کے قدیم ترین ذخیروں میں اچھی طرح محفوظ ہیں لیکن چونکہ سیرت کے تمام کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں اس لئے عام لوگ اس سے تقریباً ناواقف ہیں چنانچہ اس طرح کا ایک مکتوب مبارک ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکتوب مبارک کب تحریر فرمایا اور کس کے نام تحریر فرمایا یہ بات اگرچہ مکتوب مبارک کے مضمون ہی سے ظاہر ہے کہ وہ یمن میں گورنری کے عہدے پر فائز ہیں۔ یہ جب اس عہدے پر مامور ہوئے تھے اور اہل یمن کو فرمان لکھا تھا تو اس میں اور تمام باتوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے بارے میں یہ بات بھی تحریر کی گئی تھی، انی بعثت لکم خیر أھلی۔ میں اپنے لوگوں میں سے ایک بہتر شخص کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں ذیل کا یہ مکتوب گرامی آپ کو اس وقت ملا ہے جب آپ کا کوئی بچہ انتقال کر گیا تھا اور آپ صدمہ سے ملول اور دل گرفتہ تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی معاذ بن جبل سلام علیک	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام

فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو امّا بعد فأعظم اللہ لک الأجر و الھمک الصبر ورزقنا وایاک الشکر فان انفسنا واموالنا واھلنا واولادنا من مواھب اللہ عزوجل الھنیئۃ وعواریہ المستودعۃ یمتع بھا الی اجل معدود ویقبضھا لوقت معلوم ثم افترض علینا الشکر اذا اعطی والصبر اذا ابتلی فکان ابنک من مواھب اللہ الھنیئۃ و عواریہ المستودعۃ" متعک اللہ فی غبطۃ وسرور وقبضہ منک باجر کبیر الصلوٰۃ والرحمۃ والھدیٰ ان احتسبتہ فاصبر ولا یحبط جزعک اجرک فتندم واعلم ان الجزع لا یرد شیئا ولا یدفع حزنا وما ھو نازل فکان قد، والسلام - مستدرک، حاکم ج - ٣ - ص ٢٧٣ - مطبوعہ دائرۃ المعارف (حیدرآباد)

ترجمہ:۔ میں پہلے خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعد ازاں (دعا ہے) اللہ تم کو اس صدمہ پر اجر عظیم عطا فرمائے اور تمہارے دل کو قرار نصیب کرے اور شکر کی توفیق دے حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں ہمارے مال ہمارے اہل و عیال سب اللہ کے عطیات میں مستعار امانتیں ہیں وہ جب چاہتا ہے اپنے بندے کو اس سے بہرہ ور کرتا ہے اور جب وقت مقررہ آ جاتا ہے تو اس سے واپس لے لیتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اللہ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا شکر ادا کریں اور جب وہ نعمت واپس لے لے تو صبر کریں۔

بیشک تمہارا فرزند اللہ کی ایک اچھی امانت تھا جب تک اس نے چاہا وہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہا اور جب اس کی مشیت ہوئی ایک اجر عظیم کے بدلے وہ امانت تم سے واپس لے لی گئی، اللہ کی خاص نوازش اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت کی تم کو بشارت ہے بشرطیکہ تم اللہ کی رضا پر صبر کرو۔ بے صبری سے تو اجر و ثواب کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے، دیکھو جزع و فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے رنج و غم دور ہوتا ہے جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا بلکہ یہ سمجھو وہ تو ہو چکا۔ والسلام۔

کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ نامۂ مبارک احادیث کی اور بھی متعدد کتابوں مثلاً ابن مردویہ، فضائل الاعمال، طبرانی، حلیہ، تنبیہ الغافلین اور حصن حصین جیسی کتابوں میں بھی مذکور ہے اور اس کے راویوں میں خود حضرت معاذ بن جبل رضؓ حضرت ابن عباس رضؓ ...... اور حضرت جابر رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن غنم جیسے جلیل القدر صحابیوں کے نام بھی ہیں۔

نامۂ مبارک سے صرف یہی بات نہیں معلوم ہو سکی کہ ہم کو اس قسم کے المناک مواقع پر تعزیت بجا کرنی چاہیئے بلکہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تعزیت کا طریقہ کیا ہے اور اس موقع پر ہمیں مرنے والے کے اعزہ و احباب سے کیا کہنا چاہیئے۔

آج ہمارے معاشرہ میں خراج عقیدت کے نام پر مرنے والے کی جو مبالغہ آمیز تعریف کی جاتی ہے اور اس کی موت کو بے وقت کی موت کہہ کر اپنے دلی رنج و غم کا جس طرح اظہار کیا جاتا ہے وہ کس قدر غلط اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے، کوئی مادی یادگار اور یوم وفات تو دور کی بات ہے، یہاں تو اس موقع پر یاد کرنے کا یہ مشورہ دیا گیا۔ کہ اپنی جان اپنے مال اور اپنے اہل و عیال کے بارے میں ہم اس حقیقت پر غور کریں کہ یہ چیزیں ہمیں کس طرح پر دی گئی ہیں، ہم ان کے مالک ہیں یا کچھ اور، اگر مالک نہیں تو ان کی جدائی پر ہمیں اپنی یہ حیثیت نہیں بھولنی چاہیئے۔ ؎

چہ شود گر بشنوی غرہ بر نتاع کسے
چو موش بردکان او ستاخرسند

تعمیر حیات
میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے

حضرت بلال بن سعدؓ

ایمان کی کسوٹی:۔

یہ بلال بن سعدؓ ہیں، تابعین میں سے ایک، اپنے وقت کے بہترین واعظ، امام اوزاعی کا ارشاد ہے:

"میں نے بلال بن سعد سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں دیکھا"

بڑے فصیح و بلیغ، زبان کی شیرینی فصاحت و بلاغت کے ساتھ مل کر سننے والوں کا دل موہ لیتی، دلوں کو موم کر دینے والا سوز و گداز اور قلب کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تاثیر اس پر مستزاد، بلال کا وعظ سننے کے لئے ایک دنیا امڈ پڑتی ہے۔ سنئے کیا کہہ رہے ہیں:۔

——" اللہ کے بندو! ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم مرجانا پسند کرتے ہو ہم جواب دیتے ہیں "نہیں" پوچھا جاتا ہے کیوں؟ ہم جواب دیتے ہیں "تاکہ کچھ عمل کما لیں" پھر ہم کہتے ہیں ہم بہت جلد نیک عمل کرنے لگیں گے پھر ہم آج کل کرنے لگتے ہیں، نہ تو ہم مرنا پسند کرتے ہیں، نہ نیک عمل ہی کرتے ہیں گویا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اپنے عمل کو موخر کر دے لیکن ہم خود دنیا سے دور ہونا نہیں چاہتے ہے"

رحمٰن کے بندو! جب بندہ ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ اسے اور اس کے دعوے کو چھوڑ نہیں دیتا ہے بلکہ وہ اس کے عمل کا جائزہ لیتا ہے اگر اس کا دعویٰ درست اور عمل مومن کا سا عمل ہوتا ہے تو پھر دیکھتا ہے کہ اس کے عمل میں ورع و تقویٰ بھی پایا جاتا ہے، اور اگر اس کے عمل کا دامن ورع و تقویٰ سے لبریز ملتا ہے تو پھر اس کی نیت کا جائزہ لیتا ہے کہ اس میں اخلاص ہے کہ نہیں۔

رحمٰن و بندہ:۔

ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں:

—— "چار باتیں ایسی ہیں جن سے خدا نے تمہاری اپنے نفس پر ستم رانیوں اور تمہاری خطاکاریوں کے باوجود تمہیں بہرہ ور کر رکھا ہے۔

(١) ایک اس کا رزق ہے جو تمہارے گرد و پیش گھوم رہا ہے۔

(٢) دوسری اس کی رحمت ہے جس نے تمہیں اپنے دامن میں لے رکھا ہے

(٣) تیسرا اس کا پردہ ہے جس نے تمہارے گناہوں کو ڈھانپ رکھا ہے

(٤) چوتھا اس کا عذاب ہے جس سے اس نے تمہیں بچا رکھا ہے۔

پھر ان ساری باتوں کے باوجود تم اپنے اللہ کے مقابلے میں بڑے ہی جری ہو، تم بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہو، اور جب اللہ بات کرے گا تو تمہارے لب پر مہر سکوت لگ جائے گی، پھر تمہارے اعمال سے ایسا دھواں نکلیگا جس سے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

"فاتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون"

(پس اس روز سے ڈرو جب تمہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا)

رحمان کے بندو! ایک بندہ ہے اللہ نے جو فرائض عاید کئے ہیں وہ ان میں سے ایک فرض کو ادا کرتا ہے اور باقی سب کو ضائع کر دیتا ہے اگر شیطان ہے کہ اسے ہمیشہ اس کی ...... آرزوؤں میں مبتلا رکھتا ہے اور اس عمل کو اس کے سامنے مزین کر کے دکھاتا ہے حتی کہ اس کے اس عمل میں بھی فتور آ جاتا ہے پس قبل اس کے کہ عمل کرو دیکھو کہ اس عمل سے تمہارا مقصود کیا ہے۔ اگر وہ خالصۃً اللہ کے لئے کرنا چاہتے ہو تو کر گذرو اور اگر مقصود غیر اللہ کی رضا ہو تو اس کے لئے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کہ یہ تمہارے لئے بے سود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عمل خالص کے سوا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ"

(پاکیزہ کلمہ اور عمل صالح اسی کی جانب چڑھتا اور بلند ہوتا ہے۔)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کی خفیہ تدبیروں سے بے خوف نہ رہو اور اس کی گراں بہا نعمتوں سے بہرہ یاب ہو، پس اپنی جانوں کو مشقت میں نہ ڈالو۔ کیا تم ثواب دنیا کی خاطر کرتے ہو؟ جو ایسا کرتا ہے بخدا وہ بڑی کاہی فرومایہ بات پر رضامند ہوا ہے۔

خلیفہ کے اوصاف:۔

بلالؓ کے مواعظ کے بعض اقوال تو زبان زد عوام ہو چکے تھے۔

• قیامت کے روز آگ کو پکارا جائے گا۔ اے آگ جلا ڈال، اے آگ پکا دے! اے آگ کھا جا، مگر قتل نہ کر۔

• بظاہر اللہ کا ولی اور بباطن اس کا دشمن نہ بن۔

• اگر تم میں سے کسی کی نماز ظلم و ستم سے نہیں روکتی تو ایسی نماز اللہ کے یہاں ناراضگی کا موجب بنے گی اور کچھ نہیں پھر یہ آیت تلاوت کرتے۔

"ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر"

• یہی ایک گناہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم دنیا میں دل نہ لگائیں۔ اور ہم دنیا میں کھینچے جاتے ہیں۔

• اے بقائے دوام کے رہنے والو! تمہیں مٹ جانے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا، تمہیں زندگی جاوداں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس تم ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہو۔ تم صلب سے رحم مادر میں منتقل ہوئے، رحم مادر سے دنیا میں، دنیا سے قبروں میں منتقل ہو گے اور قبروں سے اللہ کی بارگاہ میں، پھر جنت یا جہنم کی زندگی جاوداں سے بہرہ یاب ہو گے۔

• یہ نہ دیکھ کہ گناہ چھوٹا سا ہے بلکہ یہ دیکھ کہ تو نے نافرمانی کس کی کی ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا:۔

ایک زمانہ تھا لوگ اعمال صالحہ صوم و صلوٰۃ، زکوٰۃ، خیرات، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو دوست رکھتے تھے، اور آج یہ زمانہ ہے کہ وہ رائے کو پسند کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا:۔

"تین باتیں ایسی ہیں جن کی موجودگی میں کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا، شرک، کفر، اور رائے۔ پوچھا گیا رائے سے مراد کیا ہے؟ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دینا اور اپنی رائے پر عمل کرنا۔

بلال رضؓ رب العزت کی بارگاہ میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"اے اللہ! میں دلوں کی کجی سے

• باقی ص ١٣ پر •

مسلسل مقالہ

یروشلم

(آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں)

از: خاور شناس

"اداریہ"

خاور شناس کے قلم سے "یروشلم" کے زیر عنوان طویل تحریر ہدیہ ناظرین ہے جو باقساط قارئین "تعمیرِ حیات" کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اس کے مرکزی مضامین حسب ذیل ہیں۔

فلسطین کی تاریخ اور یروشلم سے یہودیت مسیحیت اور اسلام کی تاریخی وابستگی۔

یروشلم سے مسیحی روایات کی تبلیغ۔ سارے یورپ اور مملکت روما الکبریٰ میں عیسائیت کی بزورِ شمشیر اشاعت۔

یروشلم سے یہودیوں کا اخراج اور دو ہزار سالہ اذیت ناک تاراج کن عذاب میں مذہب و دین سے وابستگی جو ملی تحفظ اور قومی وحدت کی ضمانت دیتے ہیں۔

یروشلم اور فلسطین سے اسلام اور مسلمانوں کو ہٹانے کیلئے صلیبی جنگیں اور لرزہ خیز و دل سوز مسیحی سفاکیاں۔

اسلام کے بدترین دشمن برطانیہ کے ہاتھوں اس دیرینہ آرزو کی تکمیل۔

تاریخی حوادث دیومالائی قصے نہیں۔ سائرن کی انتباہی گھنٹیاں ہیں۔

اقلیتی فرقہ کی بقاء اور تحفظ کی ضمانت دین اور مذہب کے علاوہ کہیں اور نہیں۔

مسلمانوں کی بقاء دینی بنیادوں پر تنظیم جدید، عالم اسلام کی دولت مشترکہ کے قیام مغرب کی فکری غلامی سے نجات اور ذہنی مرعوبیت کے استیصال پر منحصر ہے۔

امید ہے قارئین سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل پر غور فرمائیں گے "ادارہ"

پہلا منظر

"عرب صاحب"

کبھی کبھی تو اندھیروں کے خوف سے ہم نے
جلا جلا دیئے گھبرا کے روشنی میں چراغ

"عرب صاحب" سقوطِ یروشلم (جون ۶۷ء) پر ایک تأثراتی مکالمہ

ذیلی عناوین

ریڈیائی خبریں۔
نوحہ جانگداز۔
داستانِ شکست و ریخت۔
ماتمی سکوت۔
ہماری شکست نہیں جناب!۔
نفسیات جنگ۔ دین و لادینیت کا مقابلہ۔
حصول یروشلم اور اقوام متحدہ۔ روس و امریکہ پروپیگنڈہ۔
روح کا احیاء
یروشلم کی عبادت گاہیں۔
نیا تاریخی شعور
کنارِ دریا
مجلس مذاکرہ (کلوکیم) کی تیاریاں

عناوین

(CONTENTS)

کردار:

میزبان۔ (غیر عرب۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا حامی)

عرب صاحب نمبر ۱: (مصری عرب۔ قوم پرست وطن اور شخصیت پرست۔ عرب قومیت کے دلدادہ اور سوشلزم کے طرف دار۔)

عرب صاحب نمبر ۲: (شامی عرب۔ اشتراکیت کے مبلغ اور اسلامی روایات کو میوزیم کی میراث قرار دینے والی نئی تحریک کے حامی)

عرب صاحب نمبر ۳: اردنی عرب — اشتراکیت کے مخالف، سرمایہ دارانہ نظام کے حامی، مغرب کی نصرت اور تائید کے متوقع)

عرب صاحب نمبر ۴: عرب۔ لیکن قومیت لا معلوم "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے مقبول فلسفہ کے طرفدار۔

خطیب نمبر ۱: (تاریخ فلسطین کے ماہر — (...) ارض فلسطین میں سے اسرائیلی مسیحی اور اسلامی روایات کے مستند عالم)

خطیب نمبر ۲: (صلیبی جنگوں کی تحریک کے ماہر جنگ کے وجوہ و اسباب عوامل و محرکات کے نفسیاتی تجزیہ میں مشہور)

خطیب نمبر ۳: (آفاق قوم یہود کی تاریخ، مسیحی و یہودی کشمکش، یورپ کی قہر سامانیوں اور بلاد اسلامیہ کی غم گساریوں، اور تحریک ریاست، اسرائیل کے مستند عالم)

خطیب نمبر ۴: (ریاست اسرائیل کی تخلیق، منشور بالفور، برطانوی و امریکی پالیسی، اقوام متحدہ کی کارروائیوں سے باخبر اور سیاست حاضرہ کے ماہر)

پہلا منظر

منظر و ماحول: (جون ۶۷ء کی ۸ تاریخ ہے۔

دارالاقامہ کے مختصر کمرہ میں میزبان خستہ و مضمحل ریڈیائی خبریں سن رہا ہے۔ عربوں کی شکست پیہم، اور اسرائیلیوں کے مسلسل فاتحانہ اقدامات کی خبریں آرہی ہیں۔ خبروں کے ساتھ طنزیات اور توہین آمیز تبصرے جاری ہیں۔

ریڈیائی خبریں:

"...... کہاں ہے ابراہیم کا خدا؟ — کہاں ہے ابراہیم کا خدا؟ — ہاہا — کہاں ہے آج ابراہیم کا خدا؟ وہ عربوں کی مدد کیوں نہیں کرتا —؟ آج وہ اسرائیلیوں کے ساتھ کیوں ہے؟ ان کی مدد کیوں کر رہا ہے؟ — ہاہا — ابراہیم کا خدا آج اسرائیل کے ساتھ ہے — اور وہ اسرائیل جو اپنے ماضی سے تائب تقصیرات سے پاک ہو کر موسوی دین کے احیاء اور اسرائیلی روایات کے تجدید کے متمنی اور ساعی ہیں، بلکہ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں — ہاہا — اسی لئے اسرائیلی فوجیں فتح و فیروزمندی کا پرچم لہراتی عرب افواج کی صفوں کو زیر و زبر کرتی ہوئی ہر محاذ پر فاتحانہ بڑھ رہی ہیں۔ مسلم شہروں کو تاراج کرتے ہوئے وہ بڑے شہروں کے قلوب میں گھس چکی ہیں۔ کاغذی طبل جنگ بجانے والی عرب فوج اور اس کے کمانڈر دم دبا دبا کر پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ ذلت و نکبت سے عربوں کے چہرے جھلس کر سیاہ ہو گئے۔ مصری فوجیں اسرائیلی افواج کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اسرائیلی ٹینک عرب افواج کو روندتے ہوئے اسکندریہ کے قریب پہونچ گئے — ہاہا — آج ابراہیم کا خدا اسرائیل کے ساتھ ہے...... ابراہیم ......"

(ملاحظہ ہو — اقتباس نمبر ۳ (انگریزی) کے آخری آٹھ سطور (آئندہ قسطوں میں)

(دروازہ پر دستک کی آواز آتی ہے — میزبان کمرہ کھولتا ہے۔)

میزبان: آیئے عرب صاحب اندر تشریف لایئے آیئے! — آیئے۔ (عرب صاحب نمبر ۱ — اندر آکر خاموش کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں) ...... خبریں

"شام کی فوجیں پسپا و ہلاک کر دی گئیں۔ القنطرہ آگ و دھویں کے بادل میں روپوش ہو گیا — دس ہزار باشندگان قنطرہ کا وجود ختم ہو گیا — اب دمشق اسرائیل کی زد میں ہے۔ تمام پہاڑی علاقوں پر قبضہ ہو گیا......"

(دروازہ پر دستک کی آواز! میزبان کمرہ کھولتا ہے۔)

میزبان: آیئے عرب صاحب! اندر ...... تشریف لایئے — اھلاً و سہلاً — آیئے آیئے — آپ کے دوست بھی اندر تشریف فرما ہیں۔ آیئے! (عرب صاحب نمبر ۲ کر خاموش بیٹھ جاتے ہیں۔ خبریں جاری ہیں۔)

خبریں ہیں:

"اردن کی بہادر فوج کی گرمی نکل گئی۔ اب وہ فوج ٹھنڈی کر دی گئی — اردن کی فوج نے در حقیقت سخت اور جی دار مقابلہ کیا لیکن اب وہ نیم جان ہے۔ یروشلم شہر کے اندر اسرائیلی افواج گھس چکی ہیں۔ دست بدست جنگ جاری ہے...... دست بدست ......"

(ملاحظہ ہو نقشہ (حالات روداد آئندہ قسطوں میں دیکھئے)

نوحہ جانگداز:

(اچانک ایسا محسوس ہوا کہ کمرہ کے سارے لوگ یروشلم میں ہیں اور محصور ہیں۔ اسرائیلی بڑھ رہے ہیں۔ ہر چہار طرف آہ و فغاں اور کرب و الم کی صدائیں گونج رہی ہیں، جگر پاش کراہیں، مرنے والوں کی ہچکیاں اور دم توڑنے والے نیم جانوں کی سسکیاں پردہ سماعت کے ہر تار کو پارہ پارہ کر رہی ہیں — کراہیں — نوحے! — آہ و فغاں — آہ مسلسل —)

"آہ! آہ! آہ — ہا — نا — نہیں عرب فوج کے سورماؤ! کہاں ہے شجاعت! کہاں ہو تم اسوقت جب زہر کی بجھی ہوئی برچھیاں تمہاری ماؤں کے سینوں میں اتر رہی ہیں۔ نہیں نہیں — اے جان جگر کہاں ہے تو اس وقت! جب یہ آبدار اسرائیلی خنجر اس کوکھ میں اتر رہے ہیں جس نے تجھے جنم دیا ہے — ہا — اللہ — سعد و خالد کی نام لیوا عرب نسل تیری دینی حمیت و قومی غیرت کہاں ہے کہ ماؤں کو اسرائیلی بھیڑیوں کے ہاتھوں چھوڑ گیا — آہ — ہا — اللہ اکبر — اناللہ — انا — ہا! (آواز بند ہو گئی (آہیں جاری ہیں)

"...... ہا! اللہ — اللہ — بھائی جان کدھر ہے تو؟ تیری بہنیں رحم کی بھیک مانگ رہی ہیں اگر آسکتا ہے تو آکر ان کی عزت بچالے — بھائی — میرے بھائی جلد آ — جلد آ — میرے بھائی — حملہ اسرائیلی نہیں — نہیں آہ — اللہ اکبر۔ (آواز بند ہو گئی کراہیں جاری ہیں۔)

"...... میرے شوہر نامدار — عرب فوج کے سر کا ٹیکہ تھا تو — تو جلد کیوں نہیں آتا — جان کے قدموں میں عفت کا مطالبہ ہو رہا ہے — کہاں روپوش ہے تو؟ — اللہ — اللہ — ہائے نہیں — آہ — آہ — (آواز بند ہو جاتی ہے) (سسکیاں جاری ہیں)

"...... اے جان پدر — آ! جان — تجھے شفقت پدری کی قسم — تجھے جان نازک کا واسطہ! مجھے چھوڑ کر تو اس وقت کہاں ہے — یہ دیکھو اسرائیلی خنجر تیرے جان جگر کی نازک پسلیوں کو زیر و زبر کر رہے ہیں ...... آہ! ہا — آہ — اسوقت ان ہونٹوں پر اسرائیلی خنجر ہیں۔ جو کبھی تیری شفقت کے جوش محبت کی گرمی سے پگھل کر موم ہو جاتے تھے۔ اگر آسکتا ہے تو آجا — جان پدر! — رخصت ہونے سے پہلے ایک نظر دیکھ جا — ہائے تو بھی نہیں آسکتا — [illegible] لاش تڑپ رہی ہے — اچھا تو نہیں آسکتا تو میرے ننھے ہاتھوں، زخمی زبان اور کٹی ہوئی انگلیوں سے میرا آخری سلام لیتا جا! — نا نہیں نا — ہو — (آواز بند ہو جاتی ہے)

یروشلم کی گلیوں اور سڑکوں پر بے بسی کی دلدوز ماتمی پکاریں

"اے فرشتگان رحمت تجھے خالق کونین کی قسم! اے جبال تجھے تیری بلندی و رفعت کا واسطہ تیری رفعت بڑے بڑے بلا خیز طوفان کے رخ پھیر سکتی ہے کیا اسوقت تیری رفعت و بلندی ہمارے غم و اندوہ کے بادل کا رخ نہیں پھیر سکتی —؟ اے فرشتگان غیب ان خونخوار اسرائیلی قزاقوں کی تاراج کن گرج کو جو آگ و دھویں کی بارش برسا رہے ہیں، روک لو! — عرب کے دلوں میں ایمان کی حرارت ہوتی تو اس کی گرمی اسرائیلی ٹینکوں اور آہنی خودوں کو موم بنانے کے لئے کافی تھی — ہائے عرب تلوار تو اب اپنے ہی اخوان کی گردنوں پر تیز ہے، دشمنوں کی سبک پردہ کرتے ہے — اے خالد و قاص کی کہانیاں سنانے والو! تمہاری بے غیرتی پر ابلیس بھی [illegible] پڑی کہ بیت المقدس کے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا — اے روح ایوبی تو دمشق میں آرام فرما ہے دیکھ تیری مائیں اور بہنیں خونبار یروشلم میں تڑپ رہی ہیں۔

"بقیہ صفحہ ۔۔ پر"

بقیہ حضرت بلال بن سعدؓ

گناہوں کی بھرمار سے بے اثر اعمال سے اور گمراہ کن فتنوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں ۔"

حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعدؓ فوت ہونے لگے تو مجھ سے کہا :

"بیٹے ! اپنے بال بچوں کو بلاؤ " چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور سعدؓ نے یہ دعا کی — " اے اللہ توانہیں کفر، عمل کی گمراہی اور بنی آدم کی احتیاج سے بچانا ۔"

عبد اللہ ابن مبارک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ کے سر پر دست مبارک پھیرا تھا اور ان کے حق میں دعا فرمائی تھی

بلالؓ نے اپنے والد سعد بن تمیم السکونی عبد اللہ ابن عمرؓ بن الخطاب اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے

جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — جس کسی نے پردہ پوشی کی اس نے گویا زندہ درگور کی جانی والی بچی کو زندہ کیا ۔"

اپنے والد سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا " آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کے لئے کیا حکم ہے ؟ " فرمایا ،

وہ حکم کرے تو عدل سے کام لے تقسیم کرے تو انصاف کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ رحم وزمی سے پیش آئے جس نے اس کے علاوہ کچھ کیا وہ مجھ سے نہیں اور نہ میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق ہے ۔

بقیہ " اسلام عصر حاضر میں "

یہ خصوصیت اور نفرت تھوڑی دیر کیلئے موقوف نظر آتی ہے لیکن جو آگ سینوں

میں بھڑک چکی تھی اسے کوئی سکون کسی قسم کا وقفہ ختم نہیں کر سکا جیسا کہ LORD لارڈ ایلن بائی (ALLENBY) نے پہلی جنگ عظیم میں فتح یروشلم کے موقع پر صاف لفظوں میں اعلان کیا تھا ۔

" خونریزی اور جہاد آج اپنی آخری منزل پر آ پہونچا —"

اس حقیقت کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تاریخ کی آخری دو صدیوں کو یورپ نے اپنے سرمایہ کو بڑی حد تک اسلام کی — تابناکیوں پر گرد ڈالنے میں لگائے رکھا ۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی ڈھکی چھپی حیثیت نہیں رکھتی کہ برطانوی فوج مصر پر توفیق پاشا کی غداری کے باعث ۱۸۸۸ء میں قابو یاب ہو گئی ، انھوں نے مقر فوجی استبداد کو مستحکم بنانے کے لئے توفیق پاشا کے تعاون سے ایک ایسا منصوبہ بنایا جس (Mr. Glade stone) کی رہنمائی میں ہونے والا انقلاب ناکام ہو گیا جس کے بعد برطانوی سیاست کے ماہرین ضرورت کے مطابق برطانوی پالیسی کو سوچی سمجھی تدبیر کے مطابق چلاتے رہے اور روز بروز ان کی دست برد اسلامی دنیا پر مضبوط و مستحکم ہوتی گئی ، انھوں نے اپنے سرمایہ پرستانہ نظام کے مفاد کی پوری حفاظت کرتے ہوئے اندر ہی اندر اس بات کی کوشش جاری رکھی کہ اسلام کی حقیقی اسپرٹ جو مسلمانوں میں موجود ہے وہ دھیرے دھیرے ان کے سینوں سے کھرچ کر پھینک دی جائے ، ہمیں اپنی اس بات کی ثبوت میں بلکہ وکٹوریہ کے دور حکومت کے وزیر اعظم گلیڈ اسٹون (Mr. GLADE STONE) کا وہ بیان جو انھوں نے برطانوی پارلیمنٹ میں دیا تھا پیش کر دینا کافی ہے جسمیں انھوں نے برطانوی دار العوام میں

قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر ممبران پارلیمنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا ۔" جب تک اہل مصر اس کتاب پر عمل کرتے رہیں گے اور ان کا مرکز نظر یہ کتاب رہے گی ہم اس وقت تک اس ملک میں بے خطر ہو کر آزاد زندگی گذارنے کے قابل ہرگز نہیں ہو سکتے ۔" " باقی "

" بقیہ " یروشلم "

تیرا سینہ عرش الہٰی تھا جہاں خدا کے سوا کسی دوسرے کو جلوہ فرما ہونے کی اجازت نہ تھی — سارے یورپ نے یلغار کیا لیکن تو نے — بیت المقدس اور امت مسلمہ کو بچانے کے لئے جان کی بازی لگائی تھی — آج تیری نسل مٹھی بھر اسرائیل کے رحم وکرم پر ہے — ہائے تیری روح بھی دمشق میں تڑپ رہی ہوگی ۔ جب

اسرائیلی طیارے تیری مزار کے اوپر سے گذرتے ہوں گے ۔ اگر تو سکتا ہے تو آ کر امت مسلمہ کا حال زار دیکھ ! ہائے — تو نہیں آسکتا ہمیں معلوم ہے اچھا تیرے آنے سے پہلے ہم خود ہی اپنا داستان غم سنانے تیرے پاس آ رہے ہیں — نرغہ اسرائیلی نرغہ — اسرائیلی حملہ — حملہ — حم — اللہ — اللہ — آہ آہ — ہا — نہیں — انا للہ ۰۰۰۰ انا ۱۰۰۰۰۰ ان ۔ (ملاحظہ ہو نقشہ I (آئندہ قسطوں میں) (تمام آوازیں بند ہو جاتی ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمرہ کا محاصرہ ختم ہو گیا ، ریڈیائی خبریں جاری ہیں —)

باقی آئندہ

سید محمد الحسنی پرنٹر پبلشر اور ایڈیٹر نے شاہی پریس میں چھپوا کر دفتر "تعمیر حیات" تنظیم تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء سے شائع کیا ۔

اسٹاکسٹ کے خواہشمند حضرات خط و کتابت کریں

ایک نیا ٹانک بنیاد رکھیئے !

ماء اللحم خاص

قبل از وقت بوڑھوں اور غیر صحت مند نوجوانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے ۔ تازہ پھلوں قیمتی دواؤں اور بہترین غذاؤں سے جدید طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سول ایجینسیاں

(۱) ایم ایس ظہیر اینڈ سنس سلطان منزل بالمقابل جمن گنج کانپور

(۲) اودھ جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ

نتیجہ امتحان سالانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بابت سال ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ امتحان	
	درجہ چہارم عربی		
۱	عبید اللہ بستوی	〃 〃	۱
۲	سید مبین اشرف	〃 〃	۲
۳	خالد بیگ	〃 〃	۳
۴	ابو الکلام	〃 〃	۴
۵	منصور حسین	〃 〃	۵
۶	خلیل الرحمٰن	〃 〃	۶
۷	سید قمر الحسن	〃 〃	۷
۸	محمد شفیع	〃 〃	۹
۹	قرۃ العین تمنا	〃 〃	۹
۱۰	مخدوم احمد	〃 〃	۱۰
۱۱	نفیس الرحمٰن خاں	〃 〃	۱۱
۱۲	مبارک حسین	〃 〃	۱۲
۱۳	عبد العزیز	〃 〃	۱۳
۱۴	عبد اللہ جاوید	〃 〃	۱۴
۱۵	عبد اللہ شاہکلی	〃 〃	۱۵
۱۶	حسین احمد	〃 〃	۱۶
۱۷	آفتاب احمد	پاس دوم	۱۷
۱۸	ابو ظفر عالم	〃 〃	۱۸
۱۹	عبد الحکیم	〃 〃	۱۹
۲۰	محمد اسلام نیپالی	〃 〃	۲۰
۲۱	ضیاء الرحمٰن	مترقی	
۲۲	سید محمد عبد الرشید	〃	
۲۳	نفیس احمد خاں	〃	
۲۴	محمد عبید اللہ ندوی	〃	
۲۵	محمد شفیق	ضمنی انگریزی	
۲۶	نسیم احمد یمنی	〃 〃	
۲۷	ایوب عالم	〃 〃	
۲۸	عبد الرحمٰن	〃 ہدایۃ النحو	
۲۹	محمد صفی الرحمٰن	ناکام	

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ امتحان	
	درجہ پنجم عربی		
۱	محمد نعیق	〃 〃	۱
۲	عبد اللہ شہاب الدین	〃 〃	۲
۳	تجمل حسین	〃 〃	۳
۴	احمد مجتبیٰ	〃 〃	۴
۵	عبد الواحد	〃 〃	۵
۶	محمد یوسف	〃 〃	۶
۷	محمد حبیب الرحمٰن	〃 〃	۷
۸	ابو الکلام اعظمی	〃 〃	۸
۹	عبید اللہ صدیقی	〃 〃	۹
۱۰	محمد بخش		۱۰
۱۱	محمد اسماعیل	〃 〃	۱۱
۱۲	احمد الرحمٰن	پاس دوم	۱۲
۱۳	منصور احمد	〃 〃	۱۳
۱۴	محمد فاروق	〃 〃	۱۴
۱۵	محمد جلال	〃 〃	۱۵
۱۶	عبد الحکیم	〃 〃	۱۶
۱۷	محمد یونس	〃 〃	۱۷
۱۸	امتیاز احمد	〃 〃	۱۸
۱۹	کلیم اللہ	〃 سوم	۱۹
۲۰	محمد طاہر دہلوی	〃 〃	۲۰
۲۱	ظہیر احمد	〃 〃	۲۱
۲۲	نجم الدین عبد الباری	مترقی	
۲۳	محمد یعقوب خاں	〃	
۲۴	محمد ایوب	ضمنی انشاء	
۲۵	سید محمد عزیز	〃 شرح تہذیب والادب	
۲۶	جمیل الدین	〃 قدوری	
۲۷	محمد جمال الدین	ناکام	
۲۸	رضی احمد	〃	
۲۹	محمد رضا	〃	
۳۰	عبد الحمید	〃	

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
۳۱	محمد احمد خان	ناکام	
۳۲	عبد الرزاق	〃	
	درجہ ششم عربی		
۱	سلمان عابد	پاس اول	۱
۲	محمد فاروق	〃 〃	۲
۳	رضوان احمد	〃 〃	۳
۴	سلیم الدین	〃 〃	۴
۵	ظفر عالم	〃 دوم	۵
۶	مرغوب احمد	〃 〃	۶
۷	سید فضل اللہ قادری	〃 〃	۷
۸	محمد وکیل	〃 〃	۸
۹	حسین احمد	〃 〃	۹
۱۰	ضیاء الدین احمد	〃 〃	۱۰
۱۱	شمشاد علی	〃 〃	۱۱
۱۲	فرید احمد	〃 〃	۱۲
۱۳	محمد مصطفیٰ	〃 〃	۱۳
۱۴	محمد شرف الدین	〃 〃	۱۴
۱۵	محمد سعید	〃 〃	۱۵
۱۶	عزیز الدین	〃 〃	۱۶
۱۷	شاہ قمر عالم	〃 سوم	۱۷
۱۸	محمد عیسیٰ	مترقی	
۱۹	ابو الکلام	〃	
۲۰	محمد عثمان	〃	
۲۱	وحید احمد	〃	
۲۲	محمد یٰسین	〃	
۲۳	حفیظ اللہ	〃	
۲۴	عبد السمیع	ضمنی شرح تہذیب	
۲۵	عبد الحفیظ	〃 شرح نقایہ و انشاء	
۲۶	محمد اختر	〃 شرح نقایہ	

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
۲۷	نظام الدین	ضمنی شرح تہذیب والادب و انشاء	
۲۸	عبد الصمد سورتی	ضمنی انشاء	
۲۹	سید ظفر الحسن	〃 مشکوٰۃ شرح	
۳۰	عبد اللہ حبشی	〃 مشکوٰۃ	
۳۱	بشیر الدین	〃 مختارات	
۳۲	سید محمد حسین	〃 مشکوٰۃ	
۳۳	خلیل الرحمٰن	〃 منطق	
۳۴	محمد رضا حمیدی	ناکام	
۳۵	حمید المظفر	〃	
۳۶	امتیاز احمد	〃	
۳۷	محمد سلیمان	〃	
	درجہ ہفتم عربی		
۱	احمد کمال	پاس اول	۱
۲	محمد اظہر	〃 〃	۲
۳	محمد عصمت	〃 〃	۳
۴	عبد الصمد	〃 〃	۴
۵	محمد صالح سورتی	〃 دوم	۵
۶	محمد طاہر سیوانی	〃 〃	۶
۷	جلال الدین	〃 〃	۷
۸	محمد زین الدین	〃 〃	۸
۹	شکیل احمد	〃 〃	۹
۱۰	ضیاء الحق قاری	〃 〃	۱۰
۱۱	محمد عمر	〃 〃	۱۱
۱۲	اقبال حسین	〃 〃	۱۲
۱۳	محمد ہارون حبشی	〃 سوم	۱۳
۱۴	محمد یعقوب	〃 〃	۱۴
۱۵	محمد صفوان خاں	مترقی	
۱۶	ایوب بن ابراہیم	〃	
۱۷	امیر الدین	ضمنی قرآن مجید و [illegible]	

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
۱۸	محمد اقبال بلیاوی	ضمنی مختارات	
	〃 〃	و ہدایہ	
۱۹	محمد خالد مسعود	〃 مشکوٰۃ	
	〃 〃 〃	مختارات	
۲۰	محمد غیاث	ضمنی انگریزی	
۲۱	محمد حبیب الرحمن	〃 مختارات	
	〃 〃 〃	اصول شاشی	
۲۲	محمد طارق جمیل	ضمنی انشاء	
۲۳	نذر الاسلام	〃 〃	
۲۴	عبد القوی	〃 اصول شاشی	
۲۵	واحد علی رائے پوری	〃 انگریزی	
۲۶	عبد الرزاق	ناکام	
۲۷	ابو الوفا	〃	
۲۸	سید شکیل احمد	〃	
۲۹	محمد صابر	〃	
	درجہ ہشتم		
	عربی		
۱	محمد رضوان الحق	پاس اول	۱/۱
۲	سید انوار الحسن	〃 〃	۲/۱
۳	ابو بکر سورتی	〃 〃	۳/۱
۴	عبد العزیز	〃 〃	۴/۱
۵	محمد اقبال ملا	〃 دوم	۵/۱
۶	ابو اللیث	〃 〃	۶/۱
۷	محفوظ الرحمن	〃 〃	۷/۱
۸	محمد غزالی	〃 〃	۸/۱
۹	علی آدم	〃 〃	۹/۱
۱۰	عبد السلام	〃 〃	۱۰/۱
۱۱	محمد صالح بریلوی	〃 〃	۱۱/۱
۱۲	سلیمان گجراتی	〃 〃	۱۲/۱
۱۳	عبد الجبار	〃 〃	۱۳/۱
۱۴	رفیق احمد خان	〃 〃	۱۴/۱
۱۵	مظہر الاسلام	〃 〃	۱۵/۱
۱۶	محمد عمر ٹونکی	〃 〃	۱۶/۱
۱۷	محمد اسحاق خاں	〃 〃	۱۷/۱
۱۸	محمد اقبال بھوپالی	〃 〃	۱۸/۱
۱۹	شہید احمد	〃 〃	۱۹/۱
۲۰	نور الہدیٰ	〃 〃	۲۰/۱

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
۲۱	محمد حسان	پاس سوم	۲۱
۲۲	سید محمد حمزہ	〃 〃	
۲۳	محمد اکرم علی	〃 〃	
۲۴	انیس الرحمن	〃 〃	
۲۵	محمد وسیم	〃 〃	
۲۶	محمد انور	〃 〃	
۲۷	کلیم اللہ	〃 ہدایہ سابق	
۲۸	شرف الدین	〃 منطق	
۲۹	محمد صادق اول	ضمنی انگریزی	
۳۰	محمد علی نیپالی	〃 انشاء	
۳۱	اظہار حسین	〃 〃	
۳۲	وصی احمد	〃 قرآن مجید	
۳۳	احمد غلام نبی مجاہد	〃 〃	
۳۴	〃 〃 〃		
۳۵	علی مظہر	نتیجہ محفوظ	
۳۶	عبد الحلیم بھوپالی	〃 〃	
	درجہ فضیلت اول		
۱	عبد الحکیم	پاس اول	۱/۱
۲	محمد انیس الرحمن	〃 دوم	۲/۱
۳	نور محمد النضاری	〃 〃	۳/۱
۴	فضل الرحمن بستوی	〃 〃	۴/۱
۵	حسن معاویہ	〃 〃	۵/۱
۶	محمد ولی اعظم	〃 〃	۶/۱
۷	محمد ماوردی	〃 〃	۷
۸	محمد شمس الدین	ضمنی بیضاوی	
۹	رئیس احمد	〃 ہدایہ	
۱۰	محمد اقبال بھٹکلی	〃 ہدایہ و بیضاوی	
۱۱	نوشاد علی	〃 ہدایہ و	
	〃 〃 〃	بیضاوی	
۱۲	ابو نصر مکی	ضمنی ہدایہ و	
	〃 〃 〃	بیضاوی شریف	
۱۳	محمد سہراب علی	〃 بیضاوی	
۱۴	علی رضا بستوی	〃 〃	
۱۵	سید ظہیر الاسلام	〃 〃	
۱۶	عبد المجید بھٹکلی	〃 〃	
	〃 〃 〃	درجہ تہذیب	

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
	درجہ فضیلت دوم		
۱	طاہر حسن	پاس اول	۱
۲	عبد الوحید خاں	نتیجہ محفوظ	۲
	〃 〃	عدم وصولی نقال	
۳	سید شہزاد علی	پاس اول	۳/۱
۴	سید صدیق نسیم	〃 〃	۴/۱
	〃 〃		
۵	سید شرافت علی	پاس اول	۵
۶	محمد واعظ الدین	〃 〃	۶
۷	حمید اللہ	نتیجہ محفوظ	
	〃 〃	عدم وصولی نقال	
۸	عبد الحمید	پاس اول	۷
۹	ابو الحسن	〃 دوم	۸
۱۰	کفیل احمد	نتیجہ محفوظ	
	〃 〃	عدم وصولی نقال	
۱۱	محمد منصور خاں	پاس دوم	۹
۱۲	محمد ہارون	〃 〃	۱۰
۱۳	سید محمد خالد حسنی	نتیجہ محفوظ	
	〃 〃 〃	عدم وصولی نقال	
۱۴	محمد سلیم	پاس دوم	۱۱
۱۵	سعید الرحمن	نتیجہ محفوظ	
	〃 〃	عدم وصولی نقال	
۱۶	مسعود عالم	پاس سوم	۱۲
	درجہ تخصص ادب دوم		
۱	محمد زکریا سنبھلی	پاس دوم	۱/۱
۲	افتخار الحسن	〃 〃	۲/۱
۳	محی الدین مدراسی	〃 سوم	۳/۱
۴	محمد ہارون	〃 〃	۴/۱
	درجہ خصوصی اول		
۱	رشید احمد	پاس اول	۱/۱
۲	عبد العزیز	〃 〃	۲/۱
۳	اسماعیل محمد	〃 〃	۳/۱
۴	یعقوب	〃 〃	۴/۱

نمبر شمار	نام طالب علم	نتیجہ	
۵	نسیم احمد فاروقی	〃 〃	۵/۱

درجہ خصوصی دوم

۱	سید مصطفیٰ رفاعی	پاس اول	۱/۱
۲	افاض الدین	〃 〃	۲/۱
۳	عبد الحمید	〃 〃	۳/۱
۴	علی محمد داؤد	〃 〃	۴/۱
۵	محمد احمد اول	〃 〃	۵/۱
۶	محمد ناظم الدین	〃 〃	۶/۱
۷	محمد صلاح الدین	ناکام	
۸	عبد الحفیظ منی پوری	ناکام	

بقیہ "تبلیغی تاریخی اجتماع"

شروع سے تحریک ہونا اسی قدر خداکی سے اپنے اوقات دینا، اسی مہمان نوازی اور اکرام سے پیش آنا اس اجتماع میں ہوا جس طرح وہ پہلے اس کا اظہار کرتے تھے لوگوں نے کثیر تعداد میں اوقات دیئے مختلف اطراف میں جماعتیں نکلیں، علماء کے مواعظ ہوئے اور مولانا یوسف صاحب نے پورے جوش و خروش و ہمت سے دعوت دی، اگرچہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے اور ان کی جسمانی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی لیکن ان کی نسبت پوری طرح کام کر رہی تھی اور جو کام ان کی زندگی میں موجودگی کے وقت ہوتا وہ اسی طرح ہو رہا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اگرچہ مولانا محمد یوسف صاحب کی امارت و قیادت میں یہ پہلا اجتماع تھا لیکن میواتی حضرات مولانا محمد یوسف صاحب پر اسی طرح اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار تھے اور اپنے تعلق و گہری عقیدت کا اظہار اسی وقت کر رہے تھے جس طرح آپ سے پہلے آپکے والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحب کے ساتھ کرتے رہے تھے۔